اسلام اور عورت

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی۔ (کیمبرج۔برطانیہ)

مترجم

محمد اسمٰعیل (برمنگھم، برطانیہ)

ناشر

رضا اکیڈمی انٹرنیشنل اسٹاکپورٹ (برطانیہ)

اسلام اور عورت

مصنف

ڈاکٹر محمد ہارون (مرحوم)

ایم، اے۔ پی ایچ، ڈی کیمبرج (برطانیہ)

مترجم

محمد اسمٰعیل ۔ برمنگھم (برطانیہ)

RAZA ACADEMY

(International)

138, North gate Road. EDGELEY

STOCK Port SK3 9NL (England)

نام کتاب:- اسلام اور عورت

مصنف:- پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم
ایم۔اے۔پی ایچ، ڈی (کیمبرج۔برطانیہ)

مترجم:- محمد اسمٰعیل (برمنگھم۔برطانیہ)

مرتب:- ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف (بھارت)

کمپیوٹر کمپوزنگ:- محمد عامل حسین، قلعہ جامع مسجد، بریلی، موبائل: 97267869

ناشر

RAZA ACADEMY

(International)

138, North gate Road. EDGELEY

STOCK Port SK3 9NL (England)

Phone : 0161-4771595

Phone/Fax :- 0161-2911390

E-mail :- islamictimes@aol.com

Distributor in India

Dr. A. Naim Azizi. Raza Islamic Academy

104, Jasoli - Bareilly

Distributor in Pakistan

Jamia Nizamia Razvia

Inside Lohari Gate- Lahore (Pak)

روحانی سرپرستی اور حمایت کی گھنی چھاؤں

زیر نظر کتاب (اردو ترجمہ)

☆ شہزادہ اعلیٰ حضرت۔ حضرت مفتی اعظم ھند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب نوری بریلوی۔

☆ بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور۔ حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہما کے فیضان کرم اور روحانی سرپرستی۔۔۔۔۔ نیز

پیر طریقت حضرت مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ، بریلی شریف

☆ حضرت مفتی سید ابوالکمال صاحب قادری نوشاہی

☆ ماہر رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب

☆ حضرت مفتی عبدالمصطفیٰ صاحب ابن حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب ہزاروی علیہ الرحمہ

☆ ڈاکٹر خضر حیات صاحب نوشاہی

☆ چوہدری صابر صاحب

☆ جناب محمد افضل حبیب صاحب

☆ صوفی صابر حسین صاحب

☆ حاجی محمد صادق صاحب

کی حمایت اور دعاؤں کی گھنی چھاؤں میں منظر عام پر آسکی۔

الحاج محمد الیاس قادری

بانی و چیئرمین رضا اکیڈمی،

اسٹاک پورٹ۔۔ برطانیہ

ابتدائیہ

محمد اسمٰعیل (برمنگھم۔برطانیہ)

مغرب میں دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا کیونکہ اہل مغرب ہر چیز کو عقلی اور سائنسی انداز سے پرکھتے ہیں۔ضروری تھا کہ کوئی ایسا دانش ور ہو جو مریض کی نبض دیکھکر علاج کا تعین کرے۔محترم ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم (نومسلم برطانوی اسکالر) نے اس فرضیہ کو پورا کرنے کے لئے آگے بڑھکر خدمات پیش کیں۔ڈاکٹر صاحب مرحوم کے دل میں اسلام اور پیغمبر ﷺ اسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔انہوں نے اسلامیات و دینیات اور رضویات پر بہت ہی گرانقدر علمی و تحقیقی کتابیں لکھیں۔

اہل مغرب نے اسلام میں عورتوں کے حقوق اور مقام کے تعلق سے بڑی غلط بیانیاں کی ہیں اور غلط فہمیاں پیدا کی ہیں۔انہیں کے رد میں ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے انگریزی میں ایک کتاب "ISLAM & WOMAN" لکھی تھی جسکا اردو ترجمہ کرنے کا مجھے شرف حاصل ہوا۔یہ کتاب "اسلام اور عورت" قارئین کے سامنے ہے۔

زیر نظر کتاب جدید ذہن کے لئے تریاق ثابت ہوگی خصوصاً ان مسلم نوجوانوں کے لئے جو اعداء اسلام کی سازشوں کا شکار ہیں۔اگر دیانت داری سے اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو غیر مسلم بھی اس کتاب کو پڑھکر حق قبول کر سکتے ہیں۔

مقدمہ

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

عورت کو اس کا جائز اور فطری حق اور مقام صرف اور صرف اسلام نے ہی دیا ہے۔ اسلام۔ عورت کی عصمت و پاکیزگی، اس کی نسوانیت اور اس کے سارے جائز حقوق کا محافظ ہے۔

عصر موجودہ میں عورتوں کی آزادی اور حقوق کا نعرہ بلند کرنے والے اہل مغرب نے عورتوں کی آزادی اور حقوق کے نام پر انہیں بازار کی جنس اور مردوں کا کھلونا بنا کر رکھ دیا ہے اور یہ شمع محفل بنکر زن سے نازن ہوگئی ہے اور اس طرح اہل مغرب اور دوسرے نام نہاد علم برداران حقوق نسواں نے پوری دنیا میں ایک فتنۂ عظیم برپا کر دیا ہے۔ ان کا نشانہ اسلام اور خواتین اسلام ہیں۔ وہ عورتوں کے بارے میں اسلامی اصولوں کو پامال کر کے اور ان کی ''غلط امیجنگ'' کر کے جدید ذہن کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو دین بیزاری میں مبتلا کر دینا چاہتے ہیں اور مسلم دنیا کو تباہ و برباد کر کے اس پر اپنا غلبہ!

برطانوی نومسلم پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم نے اہل مغرب کے ''حقوق نسواں اور آزادیٔ نسواں'' کے دلفریب نعرے اور ان کی اس تحریک کا بڑی عمیق نظروں سے جائزہ لیا ہے اور پھر اہل مغرب کی سازش سے دنیا اور بالخصوص مسلمانوں کو آگاہ کرانے کے لئے ''رضا اکیڈمی اسٹاکپورٹ۔ برطانیہ'' کے بانی و چیئرمین الحاج پیر محمد الیاس صاحب کشمیری کی فرمائش پر انگریزی زبان میں ایک بہت ہی علمی و تحقیقی کتاب'' ISLAM &

WOMAN''، لکھی جو حلقۂ مغرب میں بھی بہت مقبول ہوئی۔

عالی جناب محمد اسمٰعیل صاحب برمنگھم (برطانیہ) کی ایک مسجد کے اما
خطیب ہیں۔ آپنے پنجاب یونی ورسٹی (پاکستان) سے ایم، اے کیا اور فاض
عربی، راول پنڈی تعلیمی بورڈ سے۔ آپ حافظ قرآن بھی ہیں اور علوم قدیم
جدیدہ پر آپ کی نظر بہت گہری ہے۔ آپنے اردو اور انگریزی میں کتابیں بھی لکھ
ہیں۔ آپ رضا اکیڈمی (برطانیہ) کے مخلص معاونین میں ہیں۔ زیر نظر ترجمہ
آپ کی انگریزی اور اردو زبان میں مہارت ظاہر ہوتی ہے۔

زیر نظر کتاب میں اہل مغرب کی تمام تر ریشہ دوانیوں اور اسلام دشمنی
آشکار کرنے کے ساتھ ساتھ عورتوں کے جائز اور فطری حقوق نیز باعظم
و باوقار مقام کے حوالہ سے اسلامی اصولوں کی حقانیت واضح کی گئی ہے۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب مرحوم نے قبول اسلام (1988ء) کے بع
صرف دس سال کی اسلامی زندگی پائی (وصال 24 فروری 1998ء)۔ اس مختص
سی مدت میں انہوں نے دین وسنیت کی خدمت اور تبلیغ واشاعت کا اہم او
گرانقدر فریضہ انجام دیا۔ انہوں نے اسلامیات اور رضویات پر متعدد کتب
رسائل اور مقالات انگریزی میں لکھکر اسلام کے خلاف پھیلائی ہوئی اہل مغرب
اور اسلام دشمن عناصر کی غلط فہمیوں اور سازشوں کو کاٹ دیا اور جانے کتنے مغربی
مسلمان نوجوان اور جدیدیت کے رسیا مسلمانوں کو صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی
توفیق حاصل ہوئی نیز بہت سے انگریز داں اسلام میں بھی داخل ہوئے۔ کتاب
کے مطالعہ کے بعد قارئین کرام کو تمام سچائیوں سے خود ہی آگاہی ہو جائے گی۔

حرفِ چند

الحاج پیر محمد الیاس کشمیری۔ بانی وچیئر مین رضا اکیڈمی برطانیہ

دنیا میں عورت کے موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ خاص طور پر مغربی عورت کے حقوق اور آزادی کے دلفریب نعرے نے دنیا میں ایک ہل چل مچا دی ہے مگر اس آزادی اور حقوق کی آڑ میں عورتوں کو گھر سے نکال کر بیچ چوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ اب نہ وہ اس چوراہے سے آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ واپس گھر کی چار دیواری میں اسے لیا جا سکتا ہے۔ جدید عورت پریشان ہے کہ کرے تو کیا کرے جبکہ آزادی اور حقوق کے نام پر اسے لوٹا جا رہا ہے۔ اسے آج اکیسویں صدی میں بھی مردوں کے مساوی حقوق حاصل نہیں۔ مغرب جو عورتوں کے حقوق اور آزادی کا سب سے بڑا علمبردار ہے وہاں آج بھی عورتوں کو مردوں کے برابر اجرت نہیں ملتی۔ پوری دنیا میں سوائے چند عورتوں کے کسی جگہ کوئی عورت کسی بڑے عہدے پر نہیں آئی یہاں تک کے امریکہ جو اس دعوے میں سب سے آگے ہے وہاں کوئی عورت آج تک نہ تو صدر ہوئی نہ اس کو صدارتی امیدوار ہی بننے دیا گیا۔ ایک باضمیر انسان سوچتا ہے تو وہ بالآخر اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہ سب شور وغل عورتوں کی عصمتوں پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ آزادی کے نام پر عورتوں کو ننگا کر کے شمعِ محفل بننے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔

عورت کی جائز اور فطری آزادی اور حق صرف اسلام ہی کے دامن میں ہے۔ مرد اور عورت کے لئے سب سے بہترین وہ اصول ہیں جو اسلام نے دئے ہیں اور جن پر خود ہادیٔ اعظم محسنِ انسانیت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا اور کرایا۔ دنیا اور آخرت کی فلاح انہیں رہنما اصولوں پر عمل کرنے سے ہے۔

ان ہی اصولوں سے واقف کرانے نیز اہل مغرب کی ریشہ دوانیوں سے مسلمان عورتوں اور خود مردوں کو بھی بچانے کے لئے برطانوی نومسلم عزت مآب ڈاکٹر محمد ہارون صاحب مرحوم نے یہ کتاب راقم کی فرمائش پر انگریزی میں لکھی تھی جس کا اردو ترجمہ قارئین کے سامنے پیش ہے۔

راقم ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی صاحب (بریلی شریف۔ انڈیا) کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں تعاون پیش کیا۔

رضا اکیڈمی انٹرنیشنل-تعارف وخدمات

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف

جب کوئی مرد خدا خلوص نیت کے ساتھ دین وملت کی خدمات جلیلہ کے لیے قدم اُٹھاتا ہے تو فضل الٰہی اور رحمت رسالت پناہی ہر قدم پر اس کی ساتھی بن جاتی ہیں اور وہ راستے میں حائل بڑی سے بڑی چٹان کو ایک تودہ کی مانند ٹھوکروں سے اُڑاتا ہوا، پتھروں کو خس وخاشاک کی طرح بہاتا ہوا منزل کی جانب بڑھتا ہی رہتا ہے اور کامیابیاں اس کے قدم چومتی رہتی ہیں۔

ایسے ہی ایک بندۂ خدا محترم محمد الیاس قادری صاحب کشمیری نے بے سروسامانی کے عالم میں ,23 اگست 1979ء کو اسٹاکپورٹ، برطانیہ میں 14 ویں صدی ہجری کے مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی حیات اور دینی، تحریری، علمی ودیگر تقدیسی کارناموں سے عالم اسلام اور عالم انسانیت کو روشناس کرانے کے لیے "رضا اکیڈمی انٹرنیشنل" کی بنیاد رکھی۔

محترم کشمیری صاحب جانب منزل اکیلے ہی چلے تھے، ان کے جذبہ کے خلوص اور عزم مصمم کو دیکھتے ہوئے انکا ساتھ دینے کے لئے دردمندان ملت اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ایک کارواں بنگیا۔

دردمندان ملت کا کارواں۔ رضا اکیڈمی کے ابتدائی عہدیدار:-

۱- حضرت علامہ مولانا پیر سید ابوالکمال برق نوشاہی قادری (سرپرست اعلیٰ)
۲- پروفیسر حنیف اختر فاطمی (صدر)
۳- جناب پروفیسر غیاث الدین قریشی (نائب صدر)
۴- جناب محمد الیاس کشمیری (بانی وجنرل سکرٹیری)
۵- پیر سید معروف حسین (بریڈفورڈ)
۶- جناب محمد خطاب (خزانچی)
۷- پروفیسر محمد آصف حسین

اشاعتی کاموں کی ابتداء:- 1979ء میں۔ پروفیسر غیاث الدین قریشی کا "سلام رضا" کا منظوم انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ 1980ء میں امام احمد رضا کی تصنیف "الدولتہ المکیہ" پر پروفیسر حنیف اختر فاطمی کا انگریزی میں طویل تحقیقی مقالہ شائع ہوا۔ 1981ء میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی حیات مقدسہ پر دو انگریزی کتابیں شائع ہوئیں۔ 1981ء میں امام احمد رضا کے اردو ترجمہ قرآن ''کنز الایمان'' کا انگریزی ترجمہ جسے پروفیسر حنیف اختر فاطمی نے ''ورلڈ اسلامک مشن'' کے لیے کیا تھا لیکن وہ چھپا نہیں پائے تھے اسے رضا اکیڈمی نے 1984ء میں شائع کیا۔ شیطان رشدی کے رد میں 1988ء میں الحاج محمد الیاس صاحب اور پروفیسر آصف حسین صاحب نے "Western Politics & Satanic Verses" نام کی معرکۃ آلارا کتاب لکھی جو بہت ہی مقبول ہوئی اور ایک سال کے اندر اس کے 3 ایڈیشن شائع ہوئے۔

ایک اور انقلابی قدم۔ ''دی اسلامک ٹائمز'' کا اجراء

1985ء میں الحاج محمد الیاس صاحب قادری نے ایک انگریزی ماہنامہ ''دی اسلامک ٹائمز'' کا اجراء کیا۔ یہ رسالہ 2005ء میں اپنا بیس سالہ کامیاب سفر طے کرنے کے بعد 21ویں سالہ منزل کی طرف خوش اسلوبی سے گامزن ہے۔ شروع سے ابتک اس رسالہ کے لکھنے والوں میں مندرجہ ذیل اسماء قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی، پروفیسر غیاث الدین قریشی، برطانوی نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون، محمد ارشد چوہان، محمد خطاب، محمد افضل حبیب، ڈاکٹر محمد اسلم جونیجو، پروفیسر آصف حسین، پروفیسر محمد مسعود احمد (کراچی)، محمد طاہر خاں اور راقم عبدالنعیم عزیزی (بریلی شریف) نیز نومسلمہ امینہ براکا و نومسلمہ محترمہ مریم اور بہت سے نئے قلم کاروں کا تعاون شامل ہے۔

رضا اکیڈمی کے قلمی معاونین

مندرجہ بالا صاحبان علم وقلم کے علاوہ رضا اکیڈمی کے قلمی معاونین میں حسب ذیل اسماء بھی قابل ذکر ہیں۔

جناب بشیر حسین ناظم، جناب غلام مرتضیٰ سعیدی، مولانا محمد اسمٰعیل، مولانا گلزار حسین قادری، جناب محمد ضیا وغیرہ۔

یہی حضرات رضا اکیڈمی کے موجودہ ممبران میں بھی شامل ہیں۔

اسلامک ٹائمز (اردو):- رضا اکیڈمی انٹرنیشنل کے بانی و چیرمین الحاج پیر محمد الیاس کشمیری صاحب نے بریلی شریف انڈیا سے راقم ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی نگرانی اور ادارت میں اردو ''اسلامک ٹائمز'' بھی جاری کرایا جو لگ بھگ دو سال تک خوش اسلوبی کے ساتھ جاری رہا

لیکن بعد میں قانونی وجوہات سے اسے بند کرنا پڑا۔

رضا اکیڈمی کی سلور جبلی:- 1994ء میں رضا اکیڈمی نے اپنا 25 سالہ کامیاب تحقیقی واشاعتی سفر طے کرنے پر "سلور جبلی" منائی اور اس موقع پر انگریزی واردو میں دسیوں کتابیں طبع ہوکر منظرِ عام پر آئیں۔ برطانیہ ودیگر مغربی ممالک اور برصغیر ھند و پاک کے مشاہیر علما و مشائخ اور صاحبان علم وقلم نے خراج تحسین پیش کیا اور محترم حافظ محمد وسیم قادری (لاہور۔پاکستان) نے ایک کتابچہ "رضا اکیڈمی انٹرنیشنل تعارف و خدمات" لکھکر شائع کیا۔

رضا اکیڈمی کی خاص مطبوعات:- رضا اکیڈمی انٹرنیشنل نے ابتک اپنے 26-27 سالہ اشاعتی سفر میں اسلامیات ، دینیات اور رضویات پر انگریزی اوراردو میں تقریباً200 کتابیں شائع کی ہیں۔ بیشتر انگریزی تصنیفات وتالیفات کے اردو تراجم بھی شائع ہوچکے ہیں۔خود اکیڈمی کے بانی وچیئرمین الحاج پیر محمد الیاس قادری صاحب کی بھی کئی تصانیف شامل ہیں۔سب سے زیادہ تحریری کام ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم کا ہے۔راقم عبدالنعیم عزیزی کے 3 اردو تراجم اور 13 انگریزی تراجم (تصانیف رضا کے) رضا اکیڈمی نے شائع کیے ہیں۔چند خاص کتب کے اسمایہ ہیں۔

قرآن مجید (کنزالایمان) کا انگریزی ترجمہ، میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ سُنّی راستہ،امام احمد رضا کی عالمی اہمیت،امام احمد رضا کا عالمی منصوبہ،امام احمد رضا کو خراج عقیدت، امام احمد رضا اور برطانوی نومسلم ، اسلام اورعورت، حزب التحریر کے متعلق وارننگ،فتاوی الحرمین،اسلامی بنیادی عقائد،حسام الحرمین،سچائی کی تلاش،امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت، بچوں کا اسلام وغیرہا

(نوٹ:-طوالت کے خوف سے کتابوں کے انگریزی نام نہیں لکھے گئے ہیں)

پیر محمد الیاس صاحب کا حوصلہ بلند:- الحاج محمد الیاس صاحب قادری کے خاص رفقا میں۔ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی ، پروفیسر غیاث الدین قریشی،ڈاکٹر محمد ہارون، پروفیسر محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہم جیسے حضرات کا ایک ایک کرکے اٹھ جانا الحاج محمد الیاس صاحب کے لیے ایک عظیم حادثہ تھا مگر مصائب وآلام نے ان کی لگن کو اور تیز کردیا۔

آلام روزگار کو آساں بنا دیا　　　جو غم تھا اسے غم جاناں بنا دیا

الحاج محمد الیاس صاحب اپنی منزل کی جانب بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے صاحبزادگان کو بھی اس اہم دینی وملی خدمات میں لگا لیا ہے۔ ان کا یہی عالم ہے۔

برق گرتی ہی رہی طوفاں مچلتے ہی رہے　　　چلنے والے بھی بلا کے تھے کہ چلتے ہی رہے

محمد الیاس صاحب کی قربانیاں لائق تحسین ہیں۔ رب کائنات انہیں دونوں جہاں کی سرخروئی عطا کرے، ان کو اور ان کے خاندان کو سرسبز وشاداب رکھے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم!

2006ء کی یہ مطبوعات بھی اس سچائی کے منظہر ہیں۔

اہل مغرب کی اسلام اور مسلم دشمنی سے ہر ذی شعور مسلمان خوب واقف ہے۔ برطانیہ جیسے ملک میں دین وسنیت کی ترویج واشاعت اور غلبہ اسلام کا کارنامہ انجام دینا کس قدر خطرہ سے پر ہے، یہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ایسے عالم میں ''رضا اکیڈمی'' کی دینی وملی خدمات یقیناً لائق ستائش ہیں اور اس ادارہ کی قلمی، علمی اور معالی معاونت ہر مخیر اور دردمند سنی مسلمان کا ملی فریضہ ہے۔

مخیرین قوم مندرجہ ذیل پتوں پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

(1) Alhaj M.Ilyas Kashmiri

138, Northgate Road. Edgeley,

Stock Port SK3 9NL (England)

Phone :- 0161-4771595,

Phone/Fax :- 0161-2911390

(2) Dr. A. Naim. Azizi

104,Jasoli,Bareilly.U.P. India

Phone :- 0581-2476775

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون۔ایک تعارف

الحاج محمد الیاس کشمیری بانی وچیئرمین رضا اکیڈمی، برطانیہ

آج دنیائے مغرب میں جس طرح حکومت کی سرپرستی اور پیپر والیکٹرانک میڈ
کے ذریعہ اسلام مخالف پروپیگنڈہ ہورہا ہے اور مسلمانوں کی جس طرح کردارکشی کی جار
ہے اس کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ عام لوگوں کا رجحان اسلام دشمن ہوگا مگر ان کے
پروپیگنڈے کی شدت کے ساتھ ساتھ عام آدمی اسلام کی طرف راغب ہورہا ہے اور دن
بدن اسلام کی ترویج وترقی میں تیزی آرہی ہے۔لاریب یہ فضل ربی ہے!

اس وقت صرف برطانیہ میں 40لاکھ سے اوپر مسلمان رہتے ہیں جنمیں لگ بھگ
50,000 مسلمان انگریز نومسلم ہیں اور یہاں 7,000 سے زیادہ مساجد ہیں۔نومسلم انگر
مسلمانوں میں ہر طبقہ خیال کے لوگ شامل ہیں۔امیر وغریب عام پڑھے لکھے واعلیٰ تعلیم یافتہ
ڈاکٹر، پروفیسر، ماہرین تعلیم، سیاستداں، دانش ور اور محقق سبھی طرح کے لوگ شامل ہیں۔ا
دانش وروں اور محققین میں عزت ماب پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کی مقبولیت کی ایک خا
وجہ ہے جسے جاننے کے لیے ان کی کتاب "Why I accepted Islam?
(یعنی میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟) کا مطالعہ ضروری ہے۔انہوں نے 1988ء م
اسلام قبول کیا اور اس کتاب میں اپنے اسلام قبول کرنے کی وجوہات بیان کی ہیں۔

ڈاکٹر محمد ہارون جیسے دانش ور اور عبقری کا دائرہ اسلام میں آنا حقانیت اسلام
ایک زندہ معجزے کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔مجھ سے زیادہ قریب انہیں شاید ہی کسی
دیکھا ہو۔ان سے اسلام، اہل سنت اور مجدد اسلام امام احمد رضا قدس سرہٗ پر جو کام اس ا
نے کرایا، اگر وہ اس سے نہ ملتے تو یہ علمی وتحقیقی اور تبلیغی کام شاید کبھی نہ کرسکتے۔میری ا
سے پہلی ملاقات ان کے قبول اسلام کے ایک سال بعد ہوئی۔اس وقت شیطان رشدی

اپنی ناپاک کتاب لکھی تھی۔ راقم نے اس کتاب کے رد میں ایک کتاب لکھی جو اسقدر مقبول ہوئی کہ دو ماہ میں اسکے دو ایڈیشن شائع کرنے پڑے۔ ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مجھکو لکھا کہ اگر آپکو کسی قسم کے تعاون کی ضرورت ہو تو مجھ سے رابطہ کریں۔

ایک دن راقم کو پروفیسر آصف حسین صاحب، ڈاکٹر ہارون صاحب کے گھر لے گئے، راقم کی دعوت تو نہیں تھی لہٰذا آصف صاحب کو چھوڑ کر نیچے کار میں بیٹھا رہا۔ جب ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کو میری بابت معلوم ہوا تو باہر آ کر مجھے اندر آنے کی دعوت دی۔ انہوں نے میری قائم کردہ ''رضا اکیڈمی'' اور انگریزی ماہنامہ ''دی اسلامک ٹائمز'' کے بارے میں گفتگو کی اور بتایا کہ وہ یہ ماہنامہ پڑھتے ہیں اور اسے انہوں نے بہت مفید پایا۔ میں نے ان سے اس میں لکھنے کی فرمائش کی جسے انہوں نے قبول کیا۔ میں نے ان سے اسلام پر لکھی گئی انکی تحریریں بھی عنایت فرمانے کی گزارش کی۔

ایک ماہ کے بعد میں نے پروفیسر صاحب کو اپنے گھر پر کھانے کی دعوت دی۔ وہ وقت پر تشریف لائے اور کھانے کے بعد مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال رہا۔ میں نے ان کو اسلام اور اہلسنت کے لیے امام احمد رضا کی تحریکات اور بیش قیمت علمی خدمات کے بارے میں بتایا تو وہ یہ سنکر حیرت زدہ ہو گئے اور افسوس کرنے لگے کہ آخر انہوں نے امام احمد رضا کو کیوں نہیں پڑھا۔ میں نے رضا اکیڈمی برطانیہ سے شائع کئے گئے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن، سلام رضا کا منظوم ترجمہ اور الدولتہ المکیہ۔ انگریزی میں دئے۔

میری ہی فرمائش پر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اپنے قبول اسلام کی بابت کتاب

"Why I accepted Islam?" لکھی جسے رضا اکیڈمی نے شائع کی۔کتاب مسلمانوں کے ہر طبقہ اور نومسلموں میں بھی بہت مقبول ہوئی اور کتنے انگریز اس کتاب کو پڑھکر کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکل کر اسلام کے نوری دائرہ میں داخل ہوئے۔اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

محترم غلام مرتضیٰ سعیدی سابق صدر انجمن طلبہ اسلام پاکستان (A.T.I) نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا جسے راقم نے شائع کیا جسے اور یہ بریلی شریف (بھارت) سے بھی شائع ہوئی۔عصر حاضر میں یہ کتاب اسلام کا سب سے عمدہ اور علمی تعارف ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں جن موضوعات کو اپنے اسلام قبول کرنے کے لیے زیر قلم کیا وہ یہ ہیں۔

(۱) تعارف (۲) ذاتی وجوہات (۳) سیاسی وجوہات (۴) دانشورانہ وجوہات (۵) اسلام ہمیشہ رہیگا (۶) اخلاقی وجوہات (۷) اسلام کی حقانیت (۸) نتیجہ۔

جب کوئی جدید ذہن ان عنوانات ہی کو ایک نظر دیکھتا ہے تو وہ دنگ رہ جاتا ہے اور عش عش کہہ اُٹھتا ہے کہ اس انسان کے پاس کوئی خاص انعام خداوندی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کا مطالعہ انتہائی وسیع تھا اور یادداشت بلا کی تھی۔وہ 600 صفحات کی کتاب ایک گھنٹہ میں پڑھ لیتے اور ان کو یاد بھی رہتا کہ کون سا واقعہ یا بات کس صفحہ پر ہے۔یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا۔انھوں نے اس فضل خداوندی کا اظہار اپنے قلم سے خوب کیا۔مشکل سے مشکل موضوعات پر انھوں نے لکھا اور لکھنے کا حق ادا کردیا۔انگریزی ان کی مادری زبان تھی مگر ہر انگریز بھی آسان زبان میں بڑی بڑی باتیں آسان پیرائے میں بیان نہیں کرسکتا مگر پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کا یہ خاص کمال تھا کہ وہ بہت ہی آسان زبان میں مشکل سے مشکل بات کرسکتے تھے اور لکھ بھی سکتے تھے۔ان کی تحریروں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت آسان سلیس زبان میں ہیں۔

میں نے ان سے امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ پر لکھنے کے لیے عرض کیا، انھوں نے امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ پر ایک تحقیقی مقالہ ''امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی عالمی اہمیت''

World Importance Of Imam Ahmad Raza

کے نام سے لکھا۔ اس تحقیقی اور جامع مقالہ میں ڈاکٹر ہارون نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ پر اس سے بہتر شاید ہی کسی نے اس طرح گہرائی و گیرائی، علمی، تحقیقی انداز میں لکھا ہوگا۔ احقر نے اس مقالہ کو ''ماہنامہ دی اسلامک ٹائمز'' میں شائع کیا پھر اس کو کتاب کی شکل میں طبع کرایا پھر اس کا ترجمہ ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب سابق صدر انجمن طلباء اسلام پاکستان نے احقر کی فرمائش پر کیا۔ نیز یہی ترجمہ میں نے اشاعت کے لیے ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف روانہ کیا اور شائع ہوا۔ یہ ترجمہ کراچی، لاہور اور دیگر جگہوں سے بھی شائع ہوا مگر کسی بندہ خدا نے یہ زحمت گوارہ نہ کی کہ جستجو کی جائے کہ مترجم کون ہے؟

یہ مقالہ شائع ہوتا رہا اسے خوب پسند کیا گیا، اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ایسا عظیم کام مجھ سے ادنیٰ کے ہاتھوں کیوں ہوا؟ بعض حضرات نے اپنی تحقیق (گھر بیٹھے) سے لکھ دیا کہ ڈاکٹر محمد ہارون نے امام احمد رضا رحمتہ اللہ علیہ کی کتابیں پڑھ کر اسلام قبول کیا۔ لیکن حقیقت سے اس کا ذرہ برابر تعلق نہیں۔ 1988ء تک کتنی کتابیں امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی انگریزی میں چھپی تھیں۔ کیا ان بزرگوں میں کوئی بتا سکتا ہے؟ شاید اس سے ہمارے علم میں اضافہ ہو!

میں ڈاکٹر ہارون سے مسلسل اصرار کرتا رہتا کہ امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ پر وہ مزید لکھیں مگر وہ کہتے کہ مجھ کو اصل کتابیں انگریزی میں دو کہ امام صاحب نے کیا لکھا ہے یا کوئی خاص اشارہ کسی خاص موضوع پر کیا ہو۔

• بہر حال میں نے امام احمد رضا کے ایک رسالے "تدبیر فلاح ونجات واصلاح" کا ترجمہ ایک ساتھی ڈاکٹر محمد رضا سے کرایا جس میں امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے چار نکات لکھے ہیں۔ یہ ترجمہ جب تیار ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے اس کو بہترین اور معیاری انگریزی میں احقر کے تعاون سے ایڈیٹ کیا اور پہلے دو نکات پر پانچ جامع تحقیقی مقالات لکھے۔ اس موضوع پر اس سے پہلے اتنے مفصل علمی، گہرائی اور گیرائی سے کسی بھی اہل علم وقلم نے نہیں لکھا۔ ہم نے ان مقالات کو ماہنامہ اسلامک ٹائمز میں پانچ اقساط میں شائع کیا اور پھر پانچ مقالات کتاب بنا کر انگریزی میں شائع کیا۔ خدا بھلا کرے ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی صاحب، بریلی شریف (بھارت) کا جنہوں نے خود ہی ان مقالات کو اردو میں ترجمہ کر دیا جو ہم نے کتابی صورت میں شائع کر دیے۔ پاکستان میں بھی کراچی ولاہور سے یہ مقالات شائع ہوئے۔

اس دوران ہم کوشش کرتے رہے کہ امام احمد رضا خان رحمتہ اللہ علیہ کی کتابوں کے انگریزی تراجم مزید شائع کریں۔ ہماری تحریک پر تراجم ہم کو ملنے لگے۔ اگرچہ ترجمے بہت ہی کمزور اور پرانی انگریزی میں تھے ان کو ہم نے خوب محنت کے ساتھ ایسا تیار کیا کہ اگر امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی یہ کتب انگریزی میں ہوتیں تو یقیناً بالکل ایسی ہی ہوتیں۔ ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے ایڈیٹنگ کا کام کیا۔

میں ان کی مدد کرتا کیونکہ میں اُردو جانتا تھا، وہ اُردو نہیں جانتے تھے، اس طرح ہم دونوں مل کر یہ کام کرتے رہے اور ترجمے تیار ہو کر چھپنے لگے۔ یہ تراجم بشیر حسین ناظم صاحب، ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی صاحب، ڈاکٹر مطلوب حسین صاحب، ڈاکٹر محمد رضا صاحب، پروفیسر غیاث الدین قریشی صاحب، ڈاکٹر محمد جونیجو صاحب، محمد افضل حبیب صاحب اور طاہر ستار صاحب نے کئے۔ یہ سلسلہ آہستہ آہستہ مزید آگے بڑھنے لگا۔ دوسرے اہل علم نے بھی تراجم کئے۔

اس عرصہ میں پروفیسر غیاث الدین قریشی صاحب نے ''تمہید ایمان'' کا ترجمہ
کیا۔ پروفیسر صاحب کی انگریزی اچھے معیار کی تھی مگر آسان نہیں تھی۔ ڈاکٹر محمد ہارون
صاحب نے ان کی انگریزی کو نہایت آسان اور اعلیٰ معیار کا بنایا۔ احقر کے بار بار اصرار پر
پروفیسر غیاث الدین قریشی صاحب مرحوم نے ''حدائقِ بخشش'' کی نعتوں کا منظوم انگریزی
ترجمہ شروع کیا اور یہ تراجم بہت پسند کیے گئے اور ہمارے ادارہ نے انہیں کتابی صورت میں
شائع کیا۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب اس پر نظر ثانی کرتے اور کئی بار ایسا ہوا کہ ڈاکٹر صاحب
مجھ سے پوچھتے یا اگر پروفیسر غیاث الدین قریشی صاحب ہوتے تو ان سے پوچھتے کہ امام
احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا اتنا اعلیٰ پائے کا کلام ہے یا قریشی صاحب اس کو اعلیٰ بنا کر ترجمہ
کر رہے ہیں تو میں اور قریشی صاحب انہیں بتاتے کہ یہ تراجم امام کے کلام کے سامنے کچھ
بھی نہیں اور قریشی صاحب کبھی فرمادیتے کہ میرا ترجمہ اصل کلام کے مقابلے میں
80% ہے اور ڈاکٹر صاحب کہتے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی شان ایسی ہی تھی کہ ان کا کلام
اعلیٰ پایہ کا ہونا چاہیے۔ اور جب دوسرے تراجم ڈاکٹر ہارون نے ایڈیٹ کیے تو وہ سمجھنے لگے
کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اس مقام کے لائق ہیں اور گزشتہ دور کے بزرگوں کے جانشین کی
شان ایسی ہی ہونی چاہیے کہ ان کے کلام نظم ونثر اعلیٰ معیار کے ہوں۔

ہم نے کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے دس تعلیمی نکات،
ترجمہ کروا کر ڈاکٹر صاحب کو دیں تا کہ وہ اس موضوع پر بھی لکھیں جیسا وہ پہلے دوسرے
موضوعات پر ... چکے ہیں۔ یہ کام محترم محمد افضل صاحب نے بخوبی انجام دیا۔ اور پھر ڈاکٹر

محمد ہارون صاحب نے اس موضوع پر بھی اعلیٰ معیار کے دو علمی اور تحقیقی مقالات لکھے
لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ ڈاکٹر محمد ہارون ایک بین الاقوامی دانش ور تھے اور جو کچھ وہ لکھتے
بین الاقوامی معیار کا ہوتا اور اتنی گیرائی و گہرائی سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر پہلے کسی
نہیں لکھا۔ یہ ڈاکٹر محمد ہارون کے مقدر میں تھا کہ نو مسلم ہو کر بھی انھوں نے وہ کام کیا جو
صغیر پاک و ہند کے سنی اسکالرز کو کرنا چاہیے تھا مگر یہ ان کے مقدر میں تھا اور انھوں نے کر د
اور اس علمی انداز میں کیا کہ ان کی خدمات کی جتنی بھی شتائش کی جائے کم ہے۔ ایسے فکر و نظ
والا دانش اور اس صدی میں شاید ہی ہوا ہو۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے بے شم
مقالات لکھے اور وہ تمام مقالات اس قابل ہیں کہ ان کو کتاب بنا کر شائع کیا جائے اور ج
ایسا ہوگا انشاء اللہ العزیز۔

ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں ان کی 20 کتابیں شائع ہوئیں نیز انہوں
قرآن پاک کا ترجمہ بہت ہی اعلیٰ معیاری انگریزی میں کیا اور تفسیر قرآن پر بھی انھوں
کام شروع کیا اور آخری پانچ سپاروں کی تفسیر لکھی۔

ان کی جو کتابیں شائع ہوئیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:-

(۱) میلاد النبی ﷺ (۲) غوث الاعظم رضی اللہ عنہ (۳) اسلامی
سزائیں (۴) اسلامی ریاست (۵) اسلامی معاشرہ کا قیام (۶) اسلام او
شراب (۷) اسلام میں عورت کا مقام (۸،۹) بنیاد پرستی دو حصے (۱۰) میں مسلمان کیوں
ہوا (۱۱) قادیانی سے مسلمان خبردار رہیں (۱۲) حزب التحریر سے مسلمان خبر دار ر
(۱۳) عصمت انبیاء (۱۴) امام احمد رضا کی عالمی اہمیت (۱۵) سائنس کے حدود (۱۶

قرآن آخری کلام الٰہی (۱۷) امام احمد رضا کا عالمی منصوبہ (۱۸) سورۃ یٰسین کا ترجمہ اور تفسیر (۱۹) اسلام اور اللہ کی حاکمیت اعلیٰ (۲۰) امام احمد رضا کی 1912ء کی پالیسی۔

یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر محمد ہارون ایک سچے مسلمان تھے۔ انہوں نے اسلام کے لیے اپنی مختصر زندگی میں جو اعلیٰ اور معیاری کام کیا یہ کام ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا ورنہ بڑے بڑے اس کا عشرعشیر بھی نہیں کر سکتے۔ ڈاکٹر محمد ہارون صاحب قبولِ اسلام کے روز اوّل ہی سے ایسے نہیں تھے مگر ان کو اس راستے پر پوری طرح گامزن کرنے میں احقر کا بڑا عمل دخل ہے اور اگر میری ان سے ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو شاید وہ اتنا کام نہ کر پاتے جتنا انھوں نے کیا ہے۔ الحمد اللہ ذالک!

نومسلم برطانوی مسلمان پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب جہاں ایک بڑے بین الاقوامی اسکالر اور صاحب علم و فضل تھے اتنے ہی وہ مخلص، سادہ اور معمولی اور عام زندگی بسر کرتے تھے۔ سنتِ رسول ﷺ کے مطابق زمین پر بیٹھنے کو ترجیح دیتے اور بات بات میں رسول رحمت ﷺ کی احادیث، صحابہ اور بزرگان ملت کے اقوال کا حوالہ دیتے اور عمل بھی کرتے اور دوسروں کو بھی عمل کی تلقین کرتے نیز تحریروں میں جو کچھ لکھتے وہ دل سے ہوتا، پہلے وہ اس پر خود عمل کرتے پھر دوسروں سے بھی امید کرتے کہ وہ عمل کریں اور دنیا و آخرت دونوں کو سنوار لیں۔

میں نے زندگی میں بہت بڑے بڑے عالم، اسکالرز، پروفیسرز، ڈاکٹرز اور دانشور دیکھے ان سے بات چیت ہوئی، ان کی تقریریں سنیں، ان کی کتابیں پڑھیں مگر ان میں وہ بات نہیں جو ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کی باتوں، تقریروں اور تحریروں میں ہے۔ یہ صرف میرا ہی تاثر نہیں ہے بلکہ یہ ہر فرد کا تاثر ہے جس نے ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کو دیکھا، سنا، پڑھا ہوگا۔ میں نے خود جو دن ان کے ساتھ بسر کئے اور علمی و دینی کام کئے جو ان کی علمی معاونت سے ممکن ہوا۔ اور مجھ سے زیادہ وقت ان کے قریب کسی نے نہ بسر کیا ہوگا۔ اس دوران میں، میں نے ان سے بہت زیادہ سیکھا ہے اور اب وہ عملی زندگی میں کام آرہا ہے الحمدللہ!

ہمارے مذہبی رہنماؤں نے ان کو اپنے قریب آنے دیا اور نہ ان کے قریب گئے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ان بزرگوں میں کسی علمی کام کرنے یا کروانے کی نہ ہی حیثیت تھی اور نہ ہی جذبہ۔ کاش ہمارے بزرگان عظام اور علمائے کرام اس طرف توجہ دیں۔ اور اس طرح سنی عوام اور مذہب کو جو فائدہ اور استحکام ہوگا وہ تخیل سے بھی بلند ہے۔

اسلام میں عورت کا مقام

یہ موضوع نہایت وسیع ہے۔ جب ہم اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اسلامی فرقوں کے متعلق ہر فرقہ کے نقطۂ نظر کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے لیکن موجودہ دور میں قابل ذکر مسئلہ مغرب میں عورت کی آزادی ہے۔ مغرب میں عورت کے حقوق اور مقام کے متعلق کافی بحث کی گئی ہے جس سے کافی نظریات اور نقطہ ہائے نظر معروض وجود میں آئے ہیں۔

(۱) عورت کے مقام کے حوالے سے اسلام کو مغرب کے چیلنج کا سامنا ہے۔ آیا اسلام میں بھی عورت کا وہی مقام ہے جو مغرب میں ہے اور اگر اسلام میں عورت کو بعینہٖ مغربی عورت کی طرح حیثیت حاصل ہو تو وہ مسلمان رہ سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) علاوہ ازیں اسلامی نقطۂ نظر کو مغربی نقطۂ نظر پر فوقیت حاصل ہے اور اس سوال کا جواب مثبت ہے تو کیا مسلم عورت مغربی عورت سے بہتر زندگی گزار رہی ہے؟ اسلام میں عورت کے مقام اور حیثیت پر بحث کرنے سے قبل مذکورہ سوالات کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ آیئے اب ہم مغرب کے چیلنج سے اپنی بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

جب مغرب نے انیسویں صدی میں اسلامی دنیا پر قبضہ کیا تو کئی ممالک نے انہیں خوش آمدید کہا اور انہوں نے ہر اس اصول اور ضابطہ کو خلاف اسلام قرار دیا جو مغرب کے لیے قابل قبول نہ تھے۔ انہوں نے طلاق اور خلع اور اسلام کے ازدواجی اور علیحدگی کے اصولوں کو بھی غلط سمجھا اور ان کی غلط اور من مانی تعبیرات کیں۔ انیسویں صدی کے دشمنان اسلام اور موجودہ مغربی دشمنان دین میں بہت زیادہ فرق ہے۔ انیسویں صدی میں انگریزوں نے اسلام کو اپنی ترقی اور عروج کی راہ میں رکاوٹ خیال کیا کیونکہ اس دور میں مغربی معاشرہ میں عورت کو صرف ہوس اور خواہش

کی تکمیل کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا جبکہ اسلام اس دور میں عورت کے ساتھ ازدواجی تعلقات کے اصول اور قواعد جیسے زریں قواعد کا حامل تھا۔

مثلاً مرد عورت کی شادی اگر کامیاب نہ ہو سکے تو اسلام نے اس کا حل طلاق کے ذریعہ دیا ہے جبکہ انگریزوں کے ہاں شادی کی ناکامی کی صورت میں یہ طلاق کا راستہ اختیار نہیں کیا گیا بلکہ ناکامی اور کامیابی دونوں صورتوں میں عورت کو اپنی خواہش کا ذریعہ بنایا گیا۔ اسلام نے جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے شادی کی شرط کو لازمی قرار دیا اور بیک وقت ایک سے چار عورت کو اپنے نکاح میں رکھنے کی اجازت دی ہے۔

اس دور جہالت میں مغربی معاشرہ جنسی بے راہ روی کا شکار تھا۔ اس وقت کے سائنسدانوں نے عورت کی عدم مساوات کا شوشہ کھڑا کیا۔ مساوات کا شوشہ دراصل مغربی معاشرہ کی بے راہ روی کا دوسرا نام تھا۔ سائنسدانوں کی اس منطق سے متاثر ہو کر کئی مسلمان ممالک نے جنسی تعلقات کو آزادی کا نام دیکر اپنے آپ کو جدید مسلمانوں کے روپ میں پیش کیا۔ انہوں نے سمجھا اسلام صرف اسی وقت سچا گردانا جا سکتا ہے جب اسے جدید اور آزادانہ خواہشات میں رکاوٹ نہ سمجھا جائے اور جدید سائنسی ایجادات کو عین اسلامی تعلیمات کے مطابق نہ کیا جائے۔ اس طرح جدید مفکرین نے اسلام کو بھی مغرب کے من پسند کا روپ دینے کی پوری کوشش کی۔ انیسویں صدی میں مغربی طریق ہائے زندگی کو اسلام کا لبادہ اوڑھا کر درآمد کیا گیا۔

مغربی مفکرین کے شانہ بشانہ جدید اسلامی مفکرین نے عورت کے حقوق کے حوالہ سے سستی شہرت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس موضوع پر اسلامی اسکالرز نے کتابیں تصنیف کیں جن میں اسلامی نظریات کو مغربی جنسی قوانین سے بھی زیادہ جنسی

تعلقات کی آزادی کا علمبردار ثابت کیا گیا۔ بعض اسلامی دانشوروں نے اسلام کو صرف مغربی قوانین کی مخالفت کا نتیجہ بتایا۔ ہمارے سامنے بنیاد پرست ہونے کی وجہ سے مغرب کو تو تنقید کا نشانہ بناتے رہے، مغربی طرز زندگی پر تنقید تو کرتے رہے لیکن اس کے متبادل اسلامی نظریہ حیات کی وضاحت میں ناکام ہوئے۔ ان میں مودودی قابل ذکر ہیں جنہوں نے مغربی طرز زندگی کے خلاف مارکس ازم اور کمیونزم کی نقل میں اسلام کا حلیہ بگاڑ دیا۔ ان کی ایک کتاب ''ضبط ولادت'' بعینہ کمیونزم کی کاپی ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ انہوں نے فاشسزم کا نقشہ کھینچا اسے اسلامی نظریہ سے مماثلت دی جس کا نتیجہ یہ ہوا، بقول شاعر۔ ع :-

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

کیونکہ فاشسزم میں بھی جنسی تعلقات کو اولین حیثیت حاصل ہے۔ اہل مغرب کی تحقیق کے مطابق مرد و عورت کے تعلقات خواہ ازدواجی ہوں یا محبت میں جنس پر مبنی ہوا نہیں موجب سزا تو در کنار قابل نفرت بھی نہیں سمجھا جاتا۔

اہل اسلام کے بعض نام نہاد دانشور جنہوں نے اہل مغرب کے نظریات کی مخالفت کی۔ اس مخالفت میں بعض دوسرے نظریات اور طرز ہائے زندگی کو اسلام کے روپ میں متعارف کروایا۔ دوسری طرف لادینی اسلامی (ممالک کی) حکومتوں نے مغربی نظریات کی تقلید میں عورتوں کو مجبور کیا کہ وہ پردہ نہ کریں۔ انہیں حکومت کی نظر میں مستوجب سزا ٹھہرایا جنہوں نے اسلامی قوانین پر عمل کیا۔ طلاق اور عورت کے تعلق سے اسلامی حقوق کو بھی پس پشت ڈال دیا گیا۔ عورت کو ایک سے زیادہ مرد سے تعلقات رکھنے پر مجبور کیا گیا۔ کیونکہ مذکورہ تمام قوانین حکومت کے تجویز کردہ تھے جنہیں حکومت کی سرپرستی حاصل تھی اور وہ ناقابل چیلنج تھے۔

اہل مغرب کی اپنے ہاتھوں خودکشی

اس وقت اہل مغرب نے اپنے ہی ہاتھوں تہذیب کو غیر اخلاقی قرار دے کر عورت کے مساوی حقوق کو مغرب میں رائج کیا کیونکہ وہ جنسی تعلقات کے نتائج سے خوفزدہ تھے۔ انہوں نے اپنے پچاس سالہ قوانین میں تبدیلیاں کی ہیں۔ سائنسی انداز میں عورت کو مساویانہ حقوق کا باغ دکھایا گیا۔ المختصر عورت کو سرعام بازار میں جنسی خواہش کی تکمیل کے بجائے اسے جنسی خواہش کے حصول کا ذریعہ بنایا اور ننگا کر کے بازار میں لا کھڑا کیا اور ان کو ہم جنس پرستی کی ترغیب دے کر اسطرف مائل کیا گیا۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مغرب کی اس ''ترقی'' کو بعض اسلامی ممالک میں اپنانے کی کوشش کی جارہی ہے لیکن جو لوگ مغربی طرز زندگی کو تنقید کا نشانہ بناتے رہے ہیں وہ مفکرین مغربی تہذیب کے ارتقاء کو مدنظر نہیں رکھ سکے تا کہ اس کے متبادل اسلامی نظریہ پیش کریں۔ وہ ابھی تک کمیونزم جیسے خیالات کو ہی اسلامی نظریات کے روپ میں پیش کر رہے ہیں۔ اسلام کا واضح اور قابل عمل نظریۂ حیات اور اسلام میں عورت کی حیثیت واضح نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان ممالک اہل مغرب کے سامنے سربسجود ہیں۔

عورت کے مقام اور مرتبہ کو بین الاقوامی سطح پر حل کرنے کی کوشش میں جن مفکرین اور دانشوروں نے جدوجہد کی ان میں اہل اسلام نا قابل فراموش ہیں جنہوں نے اسلام کو اپنی رہنمائی اور ہدایت کا سرچشمہ سمجھا اور جنہوں نے فاشسزم اور کمیونزم کی نقل کی ان کا حشر قذافی جیسے حکمرانوں کی صورت میں اہل اسلام کی نظروں کے سامنے ہے۔ لیکن اسلام کے نظریۂ حیات کی وضاحت اور عورت کے اسلامی نظام حیات میں مقام کو اہل حق نے واضح کیا ہے جیسے اس کتاب میں واضح کرنے اور آشکار کرنے میں پوری کوشش کی جائے گی۔

اسلام میں عورت کی حیثیت

اس عنوان کے تحت میری کوشش ہوگی کہ اسلام میں عورت کے حقیقی مقام اور مرتبہ کی وضاحت کی جائے کیونکہ اسلامی حوالے سے عورت کے مقام اور مرتبہ کے غیر واضح تصور سے دشمنان اسلام کو اسلام کے خلاف تنقید کا موقع ملتا ہے جو وقتاً فوقتاً ایسے سوالات کرتے ہیں جو لاعلم مسلمان کو اسلام کے بارے میں تذبذب کا شکار کرتے ہیں۔

اسلام کے مطالعہ سے ہمیں عورت کا اسلامی معاشرہ میں مقام و مرتبہ اور حقوق کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیئے اولاً ہمیں ان اصولوں اور قواعد کے بارے میں جاننا ضروری ہوگا جو اسلام نے عورت کے حقوق کے لئے وضع کئے ہیں۔

اسلام میں عورت کی مساویانہ حیثیت اس کے حقوق کے حصول سے متعلق ہے کیونکہ اسلام نے عورت کے حقوق اس کی جسمانی کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے وضع فرمائے ہیں حتیٰ کہ اسلام نے عورت کے حقوق کو کسی بھی موقع پر اور زندگی کے کسی بھی اسٹیج پر مستثنیٰ نہیں کیا۔ اسلام نے عورت کو ہر قسم کی جسمانی مشقت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ جو مشقت اور محنت خاوند اپنے اہل خانہ کے لیے کرتا ہے اس میں عورت کو دولت کمانے میں مجبور نہیں کیا جا سکتا لیکن جسمانی مشقت، دولت کے حصول کے لیے

محنت کی ذمہ داری نہ ہونے کے باوجود اسلام نے اسے بطور بہن، بیوی، ماں اور بیٹی اور وراثت میں جائیداد اور مال و دولت میں حصہ عطا کیا ہے۔ اگر عورت کمانا چاہے تو اپنے خاوند کے ساتھ اسے سرمایہ کاری کیلئے بنیادی رقم میں حصہ دینا ضروری نہیں۔ اسی طرح اسلام نے عورت کو ملکی سطح پر ملک کی حفاظت کے لئے سیاسی یا فوجی ذمہ داری کا موجب نہیں ٹھہرایا بلکہ اس کے لیے مخصوص ذمہ داریاں ہیں جو اسکی جسمانی اور نازک صنف کو مدنظر رکھ کر عطا کی گئی ہیں۔

مذہبی فرائض میں بھی عورت کی ذمہ داریاں مرد کے مقابلے میں کم ہیں۔ روزہ رکھنے میں اور نماز وغیرہ میں اسے خاص رعایت دی گئی ہے۔ مرد نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد میں جائے لیکن عورت کے لیے یہ تاکید نہیں۔ اسی طرح مرد کو اپنے خاندان کی حفاظت اور نان نفقہ کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ عورت کی حفاظت بھی مرد کے ذمہ ہے حتی کہ اس کی حفاظت کے لیے مرد کو تاکید کی گئی ہے کہ اسے غیر محرم کے ساتھ گھر میں اکیلا نہ چھوڑے بلکہ اس کی ہر قسم کی ضروریات کو کماحقہ پورا کرے۔

معاشرہ میں سماجی حفاظت

عورت کو معاشرہ میں ہر قسم کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے مرد کو سفر وحضر
میں اس کا ساتھ دینا اور مشکلات میں حفاظت کرنا ضروری ہے۔ اسلام نے عورت کے
لیے ہر مشکل کام کو منع کیا ہے جس سے اسکی جسمانی تکلیف میں اضافہ ہو۔ ایک
حدیث کی روشنی میں عورت کو مرد کی پسلی کی ہڈی کے مشابہہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوا
کہ اسکو سیدھا کیا گیا تو اسکے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اسلیے مرد اور نوجوانوں کو جہاں
جسمانی مشقت کرنی ہوتی ہے وہاں عورت کو یہ آزادی نہیں دی گئی اور نہ ہی مرد یا وہ
خاندان کا کوئی فرد اسے جسمانی مشقت پر مجبور کر سکتا ہے۔

انسانی فطرت میں نفسانی خواہشات کا غلبہ ہر خواہش پر فوقیت رکھتا ہے۔
اسلام نے اس نفسانی خواہش پر پابندی نہیں لگائی بلکہ اسے قانونی حفاظت میں اُمت
میں اضافہ کے لیے ایک لائحہ عمل قرار دیا ہے بشرطیکہ وہ نکاح سے مشروط ہو۔

اوّلاً:- غیر فطری نفسانی خواہشات کی تکمیل کو اسلام نے ختم کرنے کے
لیے ہر عورت اور مرد کے لیے شادی کو ضروری قرار دیا اور اس شادی کے لیے لمبا چوڑا
طریقہ نہیں مقرر کیا بلکہ نہایت سادہ طریقے وضع کیے جن سے اس حکم کی ادائیگی کی جا
سکتی ہے۔

ثانیاً:- اسلام نے پسند اور ناپسند کا اختیار بھی مرد اور عورت کو ودیعت کیا
ہے کیونکہ دونوں طرف سے محبت اور اُلفت ہی زندگی کی کامیابی کی ضامن ہے۔

ثالثاً:- اسلام نے شادی کے ذریعہ مرد اور عورت کو تقوی کی راہ دکھائی
ہے۔ قانونی و شرعی حدود میں مرد اور عورت نہ صرف اپنے نفسانی تعلقات رکھ سکتے ہیں
بلکہ ان کی ادائیگی میں ان کی روحانی بالیدگی اور تقویٰ میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اسلام

نے جہاں اس آسانی کو اہل اسلام کے لیے ودیعت کیا ہے وہاں انہیں کسی بھی دوسر
کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے سے منع کیا ہے جو نظر خواہشات نفسانی کی بنیاد پر ہو
اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جہاں شادی کو ازدواجی تعلقات کا ذریعہ بنایا تا ک
ازدواجی زندگی کی صورت میں طلاق کو متعارف کروایا لیکن طلاق کو باوجود جائز ہو
کے اسلام نے ناپسندیدہ قرار دیا کیونکہ اسلام نے شادی کو نصف دین فرمایا اور ا
کائنات میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا سایہ کہا ہے اور سایہ رحمت خداوندی کو ہر حال میں
قائم رکھنے پر زور دیا گیا۔ حتی الامکان کوشش کے باوجود خاوند اور بیوی کے تعلقات
میں خوشگواری پیدا نہ ہو تو اس کا آخری حل طلاق ہے۔

مذکورہ بالا نقاط کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی خلافت میں اسے فیصلہ کی نیابت بھی
عطا کی ہے۔ اس نیابت سے مستفید ہونے کے لیے بطور ماں اللہ تعالیٰ نے عورت کو
عظمت عطا کی۔

ماں کائنات انسانی میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ ہماری زندگیوں میں سب
سے اہم زندگی اور قابل تعارف کردار ماں کو قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حصول اور
جنت میں دخول کو ماں کی خدمت سے مشروط کیا۔ عورت پر سب سے زیادہ موثر
شخصیت خاوند اور مرد کے لیے سب سے زیادہ قابل احترام ہستی ماں ہی ہیں۔ مرد
جہاں گھر سے باہر امور کی نگرانی کا ذمہ دار ہے وہاں عورت کو گھر کی ملکہ بنایا ہے۔ مرد
بڑے بچوں کی اور عورت چھوٹے بچوں کی نگہداشت کے پابند ہیں۔ مرد اور عورت
دونوں اپنی اپنی حدود میں حاکم (راع) کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سب سے افضل خاوند

اسلام میں جہاں مرد کو فضیلت عطا کی ہے اسے وہاں عورت کے ساتھ
ہربانی سے مشروط کیا ہے۔ وہ خاوند جو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ مہربان ہے وہ
عاشرہ میں اور اسلام کی نظر میں بھی سب سے افضل خاوند ہے۔ حضور اقدس ﷺ
کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ مہربان وہ شخص ہے جو اپنے
ہل خانہ سے اچھا سلوک کرتا ہو اور اچھے مسلمان کی نشانی اہل خانہ سے اچھا
سلوک ہے۔ عورت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ عورت جو
اپنے بچوں کی حفاظت کو یقینی بناتی ہے عورت کا یہ عمل تمام خاندان کے افراد کے
لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو یقینی بنائی ہے۔ عورت کا عمل تمام خاندان کے افراد کے
لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں آسانی پیدا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شادی کو نصف
ایمان قرار دیا گیا ہے۔ خاوند بیوی کے ساتھ گھر کے کام کاج میں اس کا ہاتھ
بٹائے۔ اسلامی اصولوں کی روشنی میں عورت مرد کی روحانیت کی ترویج کا باعث
ہوتی ہے۔ روحانی منازل کی تکمیل کے ساتھ ساتھ عورت کو بطور معلمہ بھی اہمیت
حاصل ہے جیسا حضور اقدس ﷺ کے زمانہ اقدس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا نے علمی میدان میں خدمات سرانجام دیں جو نہ صرف علمی حلقوں
میں مسلمہ حیثیت رکھتی تھیں بلکہ علم حدیث میں ان کو اتھارٹی کی حیثیت حاصل تھی۔
اسی طرح بعد میں حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کو تصوف میں مقام
کمال حاصل تھا۔ اسلام نے نہ صرف عورت کو معاشرہ میں انفرادی مقام و مرتبہ

عطا کیا بلکہ معاشرہ میں اسے اجتماعی کامیابی و کامرانی کی بنیاد قرار دیا۔ حضرت
سیدہ مریم رضی اللہ عنہا والدۂ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا
فرعون کی بیوی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ
عنہا کو تعلیمات اسلامی میں پاکیزگی اور پاک دامنی کا نمونہ قرار دیا ہے۔

اسلام نے ہر اس نظریہ کو خلاف فطرت انسانی قرار دیا ہے جو نظریہ
عورت کی بنیادی ضروریات کا مخالف ہے۔ دولت کا ارتکاز غیر قانونی طور پر
دولت پر سانپ بن کر بیٹھنا جیسی برائیوں کو اسلام نے منع کیا ہے اور اسے مرد اور
عورت میں تقسیم کرنے کا قانونی حق دلاتا ہے۔ مغربی ممالک میں عورت کو جو
مساویانہ حقوق دلانے کا فرضی قانون موجود ہے اسلام نے اس سے منع کیا ہے
کیونکہ اس نے عورت کو مساویانہ حقوق دینے کے بجائے اسے شمع محفل بنایا گیا۔
اسلام نے مرد کو سونا اور ریشمی کپڑے پہننے سے منع کیا لیکن عورت سونا اور اچھے
کپڑے پہن سکتی ہے۔ آج کی مسلمان عورت دین متین کی تعلیمات کے خلاف
ہر اس کام میں مصروف ہے جس سے اسلام نے اس کی نازک صنفی کی بنیاد پر منع
کیا ہے۔

اسلام میں ضبط کنٹرول کی مخالفت نہیں لیکن ضبط کنٹرول کا طریقہ کار
مختلف ہے۔ اسلام نے شادی کو نصف ایمان قرار دیا۔ دین متین میں بڑے
خاندان کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کیونکہ وسیع خاندان امت مصطفوی ﷺ میں
اضافہ کا باعث ہے اس کے ساتھ ساتھ اولاد جنت الفردوس میں دخول کا ذریعہ
بھی ہے۔ خاندانی معاملات جیسے زریں اصولوں سے معاشرہ میں خاندانی بھائی

چارہ اور امن وفلاح کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ دادا، نانا، بھتیجے، نواسے، پوتے، یہ رشتے رحمت خداوندی کا نمونہ ہیں اور اسلامی معاشرہ کی تشکیل انہی سے ہوتی ہے۔ اولاد صالح کی وجہ سے اسلام میں بوڑھے افراد کی تعظیم وتوقیر اولاد پر ضروری قرار دی گئی اور انہیں زندگی کی آخری سانس تک گھر میں بنیادی اور انفرادی مقام دیا گیا۔ اس کے برعکس مغربی معاشرہ میں بوڑھے اور بوڑھیو کے لیے علیحدہ گھر بنا کر ان کو خاندان سے علیحدہ کر دیا گیا اور چھوٹوں کو بڑے بزرگوں سے چھٹکارا دلانے کے لیے ایسا کیا گیا۔

عورت کی شخصی آزادی کی حفاظت

اسلام نے جنسی تعلقات کے لیے جو قوانین مقرر کیے ہیں ان سے عورت کی ذات کو ہر مسلم کے لیے واجب تعظیم قرار دیا ہے۔ کوئی بھی شخص کسی عورت کو بری نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا حتیٰ کہ شادی سے قبل وہ اپنی بیوی (ہونے والی) سے بھی تعلقات نہیں رکھ سکتا۔ خاندان کے مردوں کے علاوہ کسی بھی مرد کو عورت سے ملاقات کی اجازت نہیں۔ بیوی کے ماسوا کسی بھی عورت کو چھونے تک سے اسلام نے قطعاً منع کیا ہے۔ مذہبی فرائض کی ادائیگی میں اجر وثواب کے معاملات میں عورت کو مرد کے مساوی اجر وثواب عطا کیا گیا۔ اگر کوئی مسلم میدان جہاد میں دشمنانِ اسلام کے خلاف شہید ہو جائے تو جنت الفردوس میں بغیر رکاوٹ کے داخل ہوگا۔ اسی طرح عورت اگر بچے کی پیدائش کے مرحلہ میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تو اسے بھی اس شہید کے برابر مقام دیا گیا جو میدان جہاد

میں جان کی بازی لگا بیٹھا ہے۔ المختصر عورت کو صرف اور صرف اپنی نفسانی خواہش کی تکمیل کا باعث سمجھنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عورت کو کبھی ظلم وستم کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشی، مہربانی اور محبت کو عورت کا حق قرار دیا ہے۔

عورت کی اسلامی طرزِ زندگی کی مقبولیت کی وجوہات

عورت کی اسلامی طرزِ زندگی کی مقبولیت میں دن بہ دن اضافہ حیرت انگیز ہے بلکہ عالمی سطح پر عورت کو شمع محفل کے بجائے ''عورت'' بنانے کی عالمی تحریک نے جنم لیا ہے۔ کئی اسلامی جماعتیں عورت کے فطری مقام ومرتبہ کے حصول کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اسلامی طرزِ زندگی کی مقبولیت کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ مغربی طرزِ زندگی کی ناکامی ہے کیوں کہ اہلِ مغرب بھی محسوس کر چکے ہیں کہ آئے دن طلاق کی ناکامی، ازدواجی زندگی کا خاتمہ، عورت کی جنسی خواہش کا ناجائز حصول، غیر قانونی اور غیر فطری مرد اور عورت کے تعلقات، کامیاب عائلی زندگی کی عدم موجودگی، المختصر فطرتِ انسانی کے خلاف ہر وہ قدم جو انسانی زندگی کی تباہی کا باعث ہے مغرب میں موجود ہے بلکہ اسے قانونی حفاظت حاصل ہے۔ اسلام نے اس غیر حقیقی طرزِ زندگی سے قطعاً اور مکمل طور پر منع کیا ہے جس کی بنیادی وجہ بے اطمینانی اور غیر یقینی صورت حال ہے۔

لیکن جو اسلامی ممالک مغربی طرز زندگی کو اپنا چکے ہیں ان اسلامی ممالک میں مغربی طرز زندگی کامیاب ہے اور نہ ہی اسلامی طرز زندگی کو پروان چڑھایا گیا ہے بلکہ تیسری راہ کو ہموار ہونے میں مدد ملی ہے اور وہ ردعمل نظام

شہنشاہیت ہے۔

مغرب کی تقلید میں ضبط تولید کے لیے مختلف طریقے اپنائے جاتے ہیں خاص طور پر اسلامی ممالک میں افرادی قوت کو ختم کرنے کی ایک سازش کارفرما ہے جس سے اسلامی ممالک افرادی طور پر کمزور ہورہے ہیں جس کی مثال فلسطین ہمارے لیے باعث عبرت ہے جہاں عورتوں کی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے اسرائیل کے لیے بہت سی آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں۔

مغربی طرز زندگی عورت سے خیانت کی بدترین مثال ہے جسے سبز باغ دکھا کر جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے عام استعمال کیا گیا ہے اور اسلامی ممالک میں بھی یہ رجحان بڑھ رہا ہے۔ غیر اخلاقی طور طریقے اسلامی ممالک میں بڑھ رہے ہیں۔

اس سے بھی بدتر مغربی ضابطہ زندگی میں اور کیا ہوسکتا ہے کہ جہاں عورت کو جنسی خواہش کی تکمیل اور کاروبار کا ذریعہ بنادیا گیا ہے کہ جب چاہے اور جو چاہے اسے رقم کے عوض اپنے مقصد میں لاسکتا ہے۔ مسلمان خواتین اس عالمی بے غیرتی کے خلاف انقلابی نظریات کی حامل ہیں جو مغربی زندگی کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہونگی۔ اس سے نظام سرمایہ داری اور اشتراکیت کا خاتمہ ممکن ہے۔

بطور مسلمان ہمیں ہر اس نظام کو پس پشت ڈالنا چاہیے جو اسلامی نظریہ کا مخالف ہو، خاص طور پر امریکہ کا نظام جو عورت کا استحصال اپنا حق سمجھتے ہیں جہاں عورت کی جسم فروشی آئے دن بڑھتی جارہی ہے۔ عورت پردہ کرکے ثابت کریں

کہ وہ نظام اشتراکیت اور سرمایہ داریت کی مخالف ہیں اور اسلامی نظام حیات ہی عورت کی عزت وعظمت کو یقینی بنا سکتا ہے۔ اسلامی نظام میں عورت کے حجاب کی وجہ سے اس کی شرافت اور پاکیزگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ عالمی سطح پر پسندیدگی سے دیکھا گیا ہے جس سے خاندانی مشکلات میں خاصی کمی کی جا سکی ہے۔

عورتیں جو اس ظالمانہ اور استحصالی نظام کے خلاف کئی بار علیحدگی کی تحریک چلا چکی ہیں جس میں انکو آپس میں ''ملاقات کی اجازت ہو'' جس میں ''مردوں کا دخل نہ ہو'' کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اسلام نے اس تصور کو ابتدا ہی سے اسلامی نظام حیات میں متعارف کروا دیا ہے جس میں عورت سوائے اپنے محرم کے کسی سے غیر ضروری ملاقات نہیں کر سکتی۔ اگر عورت عبادت کے لیے جمع ہونا چاہے تو اسمیں مردوں کی شمولیت کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ اسلامی نظام معاشرہ میں ہر عورت کو بطور ماں، بطور بیٹی، بہن عزت وتوقیر عطا کی گئی جس سے ان کے مستقبل میں گھریلو ذمہ داری اور معاشرہ میں انکے لیے آسانی پیدا ہو سکتی ہے۔ پردہ جسمانی مشقت اور بے عزتی سے محفوظ و مامون رکھنے میں ممد ومعاون ثابت ہو سکتا ہے۔ مغرب میں بھی اسلامی روایات قائم کر کے اہل اسلام اسلامی نظام حیات کی انفرادیت اور خصوصیت سے عالمی سطح پر اس کی عظمت کو متعارف کروائیں۔ مرد بھی عورت کے ساتھ گھر میں گھریلو کام کاج میں مدد دیں تا کہ ان میں احساس ذمہ داری، جو عورت انکے لیے اور ان کے بچوں کے لیے کرتی ہے اس کے پیدا ہونے میں مدد ملے اور عورت کی معاشرہ میں اہمیت اور کردار کو متعارف کروایا جائے۔

بحث کا خلاصہ

مندرجہ بالا بحث کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی زندگی کی دن بہ دن مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے اور مغربی طرز زندگی کا گراف گر رہا ہے۔ جس قدر مخالفین اسلامی نظام کے خلاف چیختے چلاتے ہیں اسی قدر اسلام کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس باب میں ہم نے کوشش کی ہے اور اس کا سرسری تاریخی حوالہ سے جائزہ لیا ہے۔ آئندہ ابواب میں اس موضوع پر بحث کی جائیگی جو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں عورت کے لئے قواعد وضوابط مقرر فرمائے ہیں وہ نا قابل تردید اور نا قابل چیلینج ہیں۔ ہم احساسِ کمتری میں حقیقی اور فطری نظام زندگی سے دور ہو چکے ہیں جس میں صرف ظاہری پاکیزگی ہے بلکہ روحانیت کی تکمیل اور صفائے قلب بھی اسی نظام میں مضمر ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صراطِ مستقیم پر گامزن کرے جو بھی ان سطور کا مطالعہ کریں۔ ہم اہل اسلام اور خواتین اسلامی تعلیمات کو اختیار کریں جو راہ سیدھی ہمیں جنت الفردوس پہنچائیگی۔ تمام مسلمان اپنی بیویوں سے اسی قدر مہربانی اور محبت کا سلوک کریں جس قدر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا اور خود اس کا عملی نمونہ پیش کیا۔

نسوانی معاشرہ

مغرب نے ہمیشہ اسلام اور نظام اسلام کے خلاف مختلف حیلوں اور بہانوں سے زہر اگلا ہے۔ وہ مغربی عورت کی آزادانہ اور بے حیائی پر مبنی زندگی کو آزادی اور مساوات کا نام دیتے ہیں۔ بطور مسلمان ہمارا فرض ہے کہ انہیں باور کرائیں کہ آزادی کیا ہے اور وہ مساویانہ حقوق جو عورت کو دینے چاہئیں ان کی حقیقت کیا ہے؟

مساوات اور آزادی بظاہر نہایت خوبصورت الفاظ ہیں لیکن عملاً ان کا مطلب عورت بطور بہن، ماں اور بیوی نہیں بلکہ معاشرہ ہیں۔ وہ مردوں کے لئے اور خاندان کے لئے روزی کا غیر اصولی ذریعہ ہے اور فطری قوانین کا مکمل انکار ہے۔ ایک آزاد اور مساویانہ حقوق کی دعویدار عورت درحقیقت عصمت فروشی کو عصمت کی حفاظت پر ترجیح دیتی ہے۔ وہ اپنی زندگی بجائے گھر کے بازاروں اور مردوں میں بسر کرنا چاہتی ہے۔

اہل مغرب نے جو مساوات عورت کیلئے بہم پیدا کی ہے اس میں اس کا ناجائز استحصال کیا گیا ہے۔ حالانکہ مغربی مفکرین دعویٰ کرتے ہیں کہ عورت کیلئے مساوات اور آزادی کو یقینی بنایا گیا ہے جس میں وہ اپنے مستقبل اور آئندہ کی زندگی میں خوشیاں حاصل کریں گی لیکن حالات وواقعات کی روشنی میں انہیں سستی سے سستی نوکری اور سخت کام پر مامور کیا گیا اور انہیں عصمت فروشی کے کام پر مجبور کیا گیا۔ آزادی اور مساوات عورت کیلئے ایک خود ساز دردِ سر بن چکے ہیں۔

مغربی طرز زندگی نہ صرف اہل مغرب کیلئے بلکہ ہمارے لئے بھی ایک مسئلہ ہے کیونکہ اس غیر فطری سسٹم سے ایک نیا معاشرہ تخلیق ہو رہا ہے جسے ہم ''نسوانی معاشرہ'' کہہ سکتے ہیں۔ اس نسوانی معاشرہ کا نتیجہ عورت کی آزادی پر منتج ہوگا۔ اس باب کا مقصد بھی اس نسوانی معاشرہ کی تباہ کاریوں سے آگاہ کرنا ہے جو اہل مغرب کیلئے کھلا چیلنج ہیں۔ نسوانی معاشرہ کی تباہ کاریوں میں سب سے پہلے جو اثر خاندانی زندگی پر پڑا ان میں بچوں کا مستقبل ہے۔ جب عورت کام کی غرض سے گھر سے باہر نکلتی ہے تو بچوں کو مناسب تربیت نہ ہونے اور دیکھ بھال اچھی طرح نہ ہونے سے ان کے کردار تباہ ہوتے ہیں۔ عورت اس چنگل سے آزادی حاصل کرنے کیلئے اسقاطِ حمل کو ترجیح دیتی ہے تا کہ وہ آزادی سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکے اسی وجہ سے مغرب میں آبادی کی اکثریت بوڑھوں پر مشتمل ہے اور بچوں کی فیصد آبادی توقع سے بھی بہت کم ہے۔

بوڑھوں اور بچوں کیلئے مسائل

نسوانی معاشرہ میں اولاً جہاں بچوں کی دیکھ بھال کو نظر انداز کیا گیا وہاں بوڑھوں کیلئے بھی مسائل پیدا ہو چکے ہیں کیونکہ وہ بچے جو ماضی میں مناسب تربیت نہ ہونے کی وجہ سے نظر انداز کیئے گئے آج وہ اپنے والدین سے اسی طرح نفرت کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ بوڑھوں کیلئے دیکھ بھال ناکافی ہونے کی وجہ سے انہیں در بدر کی ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں، انہیں آنکھوں سے اوجھل کرنے کیلئے بعض اوقات قتل بھی کر دیا جاتا ہے۔ کیا یہی مقاصد ہیں آزادی، مساوات اور مساویانہ

حقوق کے؟ حکومتیں بھی اس بڑھتی ہوئی بدامنی سے خائف ہیں، اور اس کے حل کیلئے کوشاں ہیں کیونکہ نوجوان طبقہ اس رجحان کے خاتمہ کے لیے ٹیکس کی ادائیگی میں سستی برتتے ہیں۔ المختصر اس غیر فطری معاشرہ میں بوڑھوں کیلئے دنیا میں ہی جہنم پیدا کی گئی ہے۔ یہ سب کچھ عورت کی آزادی اور نام نہاد مساوات کا نتیجہ ہے بلکہ میں یہ کہنے میں ذرا تامل محسوس نہیں کرتا کہ لوگ کم عمری میں موت کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ اپنے بوڑھوں کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔

عورت ہی خاندان کی بنیاد ہوتی ہے۔ اگر وہ گھر میں موجود نہ ہو تو اور کون ہے جو گھر میں بطور بنیاد عنصر فرائض ادا کریگا؟ نوجوانی میں مضبوط پیداوار یقینی ہوتی ہے لیکن اگر اس وقت میاں بیوی دونوں اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہیں تو بچوں کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ انہی وجوہات کی بنیاد فرنگی معاشرہ میں آئے روز میاں بیوی کے جھگڑے، علیحدگی اور طلاق رونما ہوتے ہیں، فیملی سسٹم تباہ و برباد ہو گیا ہے۔

مغرب میں پاگل پن کی بنیادی وجہ

میاں بیوی کی قبل از وقت جدائی اور بچوں کو شفقت پدری اور مادری سے محروم کر دیا جاتا ہے جس سے ان میں ذہنی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اپنی ذہنی کوفت سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ شراب کا استعمال کرتے ہیں لیکن شراب بجائے سکھ اور آرام دینے کے اور مسائل اور پریشانی کا سبب بنتی ہے۔ لیکن عورت ایسی ذہنی پریشانی میں مبتلا ہو اور وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے

لیے نشہ آور چیزیں استعمال کرتی ہے۔ میاں بیوی کے اس غلط اقدام سے نہ صرف وہ خود بلکہ معاشرہ میں جرائم کے اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔

عورت کے فیکٹری میں کام کرنے سے ان کی عزت وعظمت ختم ہو جاتی ہے کہ دوران کام ہر کوئی ان کی عصمت دری کو اپنا حق سمجھتا ہے اور کوئی روکنے والا نہیں ہوتا۔ اس غیر فطری رجحان میں خاص طور پر مغربی معاشرہ میں عوت گلی کوچوں میں، دفاتر میں، فیکٹریوں میں اور علاقوں میں اور اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں ذلیل وخوار ہوتی ہے۔ مذکورہ خرابیوں کی بنیاد صرف اور صرف مساوات اور آزادی کا غلط استعمال ہے۔

خواتین کو آزادی اور مساوات کے نام پر جس طرح لوٹا جاتا ہے اس کی مثال کسی اور معاشرہ میں نہیں مل سکتی کیونکہ انہیں مشکل ترین کاموں اور کم آمدنی کی وجہ سے حق تلفی کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ گھریلو کام کاج اور دفتروں میں کام کی وجہ سے ان کی صحت خراب ہوتی ہے کیونکہ ماں کی گود بچے کیلئے ابتدائی مدرسہ ہے لیکن اگر ابتدائی اسکول ہی نہ ہو تو بچے اعلیٰ تعیم میں کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں؟ نیتجتاً بری سوسائٹی انہیں جیل کی ہوا کھانے پر مجبور کرتی ہے۔ اس نسوانی معاشرہ میں بچے متاثر ہوتے ہیں کیونکہ جنسی تعلقات بچوں کی موجودگی میں انہیں اس قسم کا تجربہ کرنے کیلئے غلط کاریوں پر مجبور کرتے ہیں جس سے اخلاقیات اور ادب وحیا کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

یہ مختصر نقشہ مغربی طرزِ زندگی کی عکاسی کیلئے کافی ہے جس میں عورت کی آزادی اسے خاندان، بچوں، خاوند اور اخلاقیات سے آزاد کرتی ہے۔ ایسا

معاشرہ درحقیقت نہ صرف خاندانی زندگی کا خاتمہ، جرائم میں اضافہ، بچوں کے مستقبل تاریک کرنے اور قانونی اداروں کے خاتمہ میں مدد دیتا ہے بلکہ تہذیب و تمدن کیلئے موت ثابت ہوتا ہے۔

نسوانی معاشرہ میں عورتیں خدا کی طرف سے عطا کردہ حقوق اور عظمت کے بجائے ذلت اور رسوائی کو ترجیح دیتی ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ آزادی اور عظمت جو انہیں بچپن، لڑکپن، جوانی اور حتی کہ بڑھاپے میں عزت وتوقیر عطا کرتی ہے، ان عظمتوں کو رد کرتے ہوئے وہ ذلت کا راستہ اختیار کرتی ہیں۔ شیطان بھی ایسی عورتوں پر کس قدر فخر کرتا ہوگا جو مغربی آزادی اور مساوات کے چنگل میں اپنے حقیقی مقام کو پس پشت ڈالتی ہیں اور شیطانی قوانین کی تقلید میں وہ بجائے گھر کی مالکن کے تیسرے درجے کے مقام کو اختیار کرتی ہیں۔ مغرب میں جہاں عورتیں اپنے اصل مقام سے کوسوں دور ہیں وہاں مذہبی کردار سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا جس نے عورتوں کو غیر فطری قوانین اور رسم و رواج اپنانے کی نہ صرف کھلم کھلا اجازت دی ہے بلکہ گرجا میں عورتوں کیلئے مذکورہ غیر فطری مسائل کو مذہبی حفاظت بھی عطا کردی۔

تشہیر کے اس دور میں میڈیا نے عورت کے حوالے سے بہت زیادہ کردار ادا کیا ہے۔ ٹیلیویژن اور دیگر ذرائع تشہیر عورتوں کو علیحدگی اور پاپ میوزک وغیرہ کے تصور سے قوم کو عجیب کشمکش میں مبتلا کرتے ہیں بلکہ بعض ماہرین اقتصادیات اور سائنسدانوں کو زیادہ بچوں والی ماں کو معاشرہ کے لئے معاشی مسائل میں اضافہ کا باعث سمجھتے ہیں۔

دوسری طرف عورتوں میں طبقات اور درجہ بندی نے عورتوں کی ذہنی سطح میں ایک انخلاء پیدا کیا ہے۔ اعلیٰ طبقات کی عورتیں جہاں ہر میدان میں اپنی اہمیت اور ضرورت کا لوہا منواتی ہیں وہاں ایک عام عورت بھی وہی مقام حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ ذہن کی مالک ہوتی ہے۔ حقیقتاً یہ احساس کمتری خاندانی معاملات میں کامیابی سے ہمکنار نہیں ہونے دیتا۔ عورتوں کے مقام اور عظمت کے حوالے سے ایک ایسی عورت جو انفرادی زندگی گزارنے پہ مجبور ہے اسے یہ الزام دینا مناسب نہیں بلکہ اسے ہر عورت کے لیے فرضِ عین تصور کرنا خلافِ فطرت ہے۔

نظام سرمایہ داری میں عورت کو کام کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، ماضی میں جہاں خاوند اپنے بچوں اور بیوی کا پیٹ پالنے کے لئے کام کرتا تھا اب وہاں سرمایہ داری نظام میں عورت کو بھی اپنے مقاصد میں استعمال کرتے ہیں اور عورتیں ایسا کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے ظلم نے عورت اور مرد کو بلکہ انسانیت کو وحشیانہ درندگی کا نشانہ بنایا گیا حتیٰ کہ آمدنی کے لئے سرمایہ دارنہ نظام نے عورت کی عصمت کو بھی نہ بخشا، اسے حصول دولت کا ذریعہ بنایا۔ اخبارات، ٹی وی، گندی کتابیں ہزاروں کی تعداد میں عورت کے جسم کی نمائش کرتی ہیں اور اس طرح وہ لاکھوں کروڑوں کماتے ہیں۔

مذکورہ خرابیوں کی بنیادی وجہ مغرب کا معاشرہ، ثقافت اور اس کی تاریخ ہے اس لئے متبادل معاشرہ کی تشکیل کی ضرورت ہے جو صرف اسلام ہی عطا کرتا ہے۔

المختصر مساوات اور آزادی بے شک خوبصورت الفاظ ہیں لیکن ان کی تہ میں ایک خطرناک بھیانک مستقبل مضمر ہے۔ ایک ایسا نا قابل تردید دکھ جس کا

اظہار کرنا بھی ممکن نہیں اور وہ خوفناک نسوانی معاشرہ جو ایک انسان کی زندگی کے لئے موزوں نہیں۔

آزادی اور مساوات کا حقیقی نمونہ صرف اسلام میں موجود ہے۔ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد غیر مسلم عورتوں کو چاہیئے کہ وہ دین اسلام کو قبول کرلیں اور اپنی حفاظت، عزت اور عصمت کی حفاظت کو اسلام کی چادر تطہیر میں چھپادیں۔ اس بھیانک نسوانی معاشرہ کا خاتمہ یقینی ہے اور اسلام ان اصولوں کی بنیاد پر انسانیت کے لیے امن وسکون کا پیغام لیے ہمارا منتظر ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ اس کی ابتداء سب سے پہلے اپنی زندگی سے کریں۔ محبت خداوند تعالیٰ ومحبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کامیاب زندگی کی ضمانت عطا کریں گے۔

اکتوبر ۱۹۹۵ء میں روزنامہ ''جنگ'' لندن میں بریڈفورڈ کے حوالہ سے عصمت فروش عورتوں کی خبر کی اشاعت ہر قاری کے لیے عبرت کا باعث ہے جس میں عصمت فروش عورتوں کو ان کے ''کامیاب کاروبار'' کے لیے باقاعدہ لائسنس جاری کردیئے جائیں گے، کا اعلان تھا حکومت برطانیہ کے اس اقدام سے نہ صرف اہل اسلام پریشان ہیں بلکہ فرنگی معاشرہ کے پڑھے لکھے لوگ اسے برطانوی معاشرہ کے لیے تباہی کا باعث خیال کرتے ہیں۔ چند روز قبل اخبارات میں غیر شادی شدہ افراد جو عورت کی عصمت کو دوستی کے نام پر لوٹتے ہیں ان کے لیے حکومت نے خاندانی نظام کی ترویج کے لیے وراثت میں گرل فرینڈ کے لیے حق کا مطالبہ کیا لیکن تمام ممبران اسمبلی اس معاملہ میں شوروغوغا سے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ المختصر غیر فطری معاشرہ کبھی بھی کامیاب خاندانی زندگی کا ضامن نہیں ہوسکتا۔

سوالات وجوابات

دوعورتوں کی گواہی کا مسئلہ

اس بار سوال عورت کی مساوات سے متعلق ہے۔ یہ اس قدر پیچیدہ مسئلہ ہے کہ ہماری مسلمان عورتوں کو خاص طور پر اس حوالہ سے محتاط رہنا چاہیے وگرنہ دشمنانِ اسلام اس سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ڈربی سے محترمہ قریشی نے سوال پوچھا ہے کہ اسلام نے عورت اور مرد کو کس قسم کے مساویانہ حقوق عطا کئے ہیں جبکہ عدالت میں بوقتِ شہادت ایک مرد کے مقابلے میں دوعورتوں کی گواہی قابلِ قبول ہے۔

اس مسئلہ کا تعلق براہِ راست قرآن کریم سے ہے اور مسلم ممالک کے لئے اس کی اہمیت نسبتاً زیادہ ہے جو اسلامی ملک ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اسلامائزیشن کے عمل سے کوسوں دور ہیں۔ ان اسلامی ممالک کے طرزِ عمل سے اسلامی قوانین کے بارے میں بین الاقوامی سطح پر غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے جبکہ ان کا طرزِ عمل باغیانہ اور خلاف اسلام ہے بلکہ دوسرے الفاظ میں وہ لوگ اسلامی ممالک پر جابر حکمراں کی حیثت رکھتے ہیں۔ اپنی آمرانہ بادشاہت میں وہ اسلام کے قوانین سے عملاً منحرف ہو چکے جبکہ وہ ایک مرد کے مقابلے میں دوعورتوں کو بطورِ گواہ قانونی حیثیت دیتے ہیں تو ان کی اسلامی تعلیمات سے لاتعلقی اور جہالت کا پتہ چلتا ہے۔

قانون شہادت میں جبکہ ایک مرد کے مقابلے میں دوعورتوں کی گواہی کی بات ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ دوعورتیں ایک مرد کے مقابلے

میں قانونی حقوق رکھتی ہیں۔ بعض معاملات میں مردوں کو عدالت میں اور بعض اوقات عورتوں کو گواہی کی اجازت نہیں ہوتی۔ جہاں مرد کو گواہی کی شرعاً اجازت نہیں اس کی بنیادی وجہ عورتوں کی پاکیزگی اور پاکدامنی کا تحفظ ہوتا ہے۔ مثلاً بچے کی پیدائش کا مسئلہ بوقت پیدائش مرد کی گواہی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح کئی اور معاملات ہیں جن میں مرد کی گواہی کو معتبر مانا جاتا ہے، عورت کی گواہی کی ضرورت نہیں ہوتی اس کی شرعاً اجازت نہیں ہوتی۔

قانونِ شہادت میں اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق ایک گواہ کو سچا اور پاکباز ہونا ضروری ہے۔ اس کا کردار اچھائی اور اچھی شہرت مسلمہ ہو تو اس کی گواہی عدالتِ اسلامی میں بدرجہ اتم قابل قبول ہوگی۔ اگر گواہ اپنی گواہی میں جھوٹا ثابت ہو جائے اس کی شہادت کے مسئلہ سے کوئی بنیادی تعلق نہ ہو تو اسلامی قوانین کی رو سے وہ آئندہ بطور گواہ پیش نہیں کیا جا سکتا نہ ہی اس کی شہادت۔

مغربی نظام زندگی سے قبل جب اسلامی تہذیب اپنے عروج پر تھی گواہ کو پوری قوم میں منفرد مقام حاصل تھا۔ اسکی اہمیت اور انفرادیت معاشرہ میں مسلمہ ہوتی تھی۔ مغرب زدہ ذہن اسلامی تصورِ قانون جیسا مقام و محل دے کر نا قابل عمل قرار دینا چاہتے ہیں جس طرح مانچسٹر اور لیور پول کے پولیس اسٹیشنوں میں گواہ ہر روز گواہی دیتے ہیں۔ اسلامی عدالت میں اس قسم کی گواہی کا تصور موجود نہیں بلکہ انگریزی قوانین کے دلدادہ گواہ اسلامی عدالت میں گواہی کی اہلیت نہیں رکھتے۔

کیونکہ انگریزی گواہ صرف گواہی دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں اور اسلامی

قوانین میں گواہ کے لئے شرائط ہیں جن کی رو سے وہ اس اسٹیج پر اپنا کردار ادا کر سکتا ہے کیونکہ گواہ کے الفاظ مقدمہ کی نوعیت کو بدلنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اسلام نے گواہ کیلیۓ ایسی شرائط مقرر کی ہیں جو اسے اس کے فرض کی ادائیگی میں قانون کا پابند کرتی ہیں۔

ایک مرد از خود اسلامی عدالت میں گواہی نہیں دے سکتا کیونکہ گواہ کی گواہی معاملہ کی تکمیل یا فیصلہ میں فیصلہ کن گواہی تسلیم نہیں کی جا سکتی جب تک دو گواہ اسکی شہادت نہ دیں یعنی ہر مقدمہ میں دو گواہ ہونے ضروری ہیں۔ زنا کے مقدمہ میں چار گواہوں کی شہادت تسلیم کی جائے گی لہٰذا ایک گواہ، بوقت گواہی دوسرے گواہ کی مدد سے ہی معاملہ اور مقدمہ میں فیصلہ کن کردار کا حامل ہے۔ اس طرح ایک عورت عدالت میں اکیلے نہیں جا سکتی اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک اور عورت اسکی مدد اور حوصلہ کے لئے وہاں موجود ہو۔ بوقت شہادت اس کی حوصلہ افزائی کو یقینی بنایا جا سکے۔ اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں تو درج ذیل نقاط اپنے ذہن میں رکھنے ضروری ہیں۔

اولاً :- عورت انفرادی گواہی نہیں دے سکتی اس کیلیۓ بوقت شہادت دوسری گواہی کا ہونا لازمی ہے۔

ثانیاً :- بعض مقدمات میں عورتوں کی شہادت دینے کی اجازت نہیں۔

ثالثاً :- بعض مقدمات میں صرف اور صرف عورت کی گواہی ہی فیصلہ کن ثابت ہوتی ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ

مذکورہ مسئلہ کی بابت بعض مفکرین نے ایسی تشریحات اور موضوعات کو اسلامی نظام عدل سے متعلق کیا ہے جس سے مغرب میں غلط فہمی پیدا ہونا یقینی ہے۔ ان مفکرین میں مولانا مودودی صاحب نے اس مسئلہ کے جواب میں اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت یوں کی ہے۔

''عورت چونکہ ناقص العقل اور بے وقوف ہے جس کی وجہ سے دو عورتوں کی گواہی لازمی قرار دی گئی ہے۔'' اس تشریح نے نہ صرف مغربی نظام کو تقویت دی بلکہ عوت کی حیثیت کو معاشرہ میں داغ لگا دیا گیا۔ مودودی صاحب کی ان تشریحات کی بنیاد صرف مغربی نظام کی نقل ہے۔ تقلید مغرب اور تجدد پسندی کے شوق نے انہیں اسلام کے اصل مقصد سے بہت دور کر دیا۔ انہوں نے اسلامی خدمت کرنے کا دعویٰ کیا لیکن عملاً انہوں نے بنیادی اسلامی نظریات اور اصولوں کو مسترد کیا ہے کیونکہ اس من گھڑت تشریح سے ان کی جماعت میں تقویت تو ہو سکتی ہے لیکن اسے اسلامی خدمت کہنا عبث ہوگا۔

فاشسزم : اور کمیونزم کو اسلامی نظام قرار دینا کس قدر ظلم ہے کیونکہ عورت کو اسلامی معاشرہ میں ناقص اور بے وقوف کہنا جہالت پر مبنی ہے۔ ایسا نظریہ صرف اور صرف کمیونزم اور فاشسزم میں موجود تھا جہاں عورت صرف اور صرف بچے پیدا کرنے کے لئے استعمال کی جاتی۔ اسے معاشرہ میں تیسرے درجے کی شہریت حاصل تھی حتیٰ کہ اسٹالن اور ہٹلر کی نقل میں انہوں نے اسلامی نظریہ کے بارے میں بین الاقوامی سطح پر غلط فہمی پیدا کی۔ ہٹلر اور اسٹالن نے ان عورتوں کو تمغے دیئے جنہوں نے دس سے پندرہ بچے پیدا کیے تا کہ وہ ملکی قوت میں

اضافہ کا باعث بن سکیں۔ اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق عورت کی علمی سطح بھی مرد کے برابر ہو سکتی ہے۔ معاشرہ میں دونوں کے مقام اور مرتبہ میں فرق پیدا کرنا خلاف اسلام ہے لیکن عورت کی زندگی میں بعض اوقات ایسے لمحات بھی آتے ہیں جن کے دوران اسے ایسے معاملات میں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ حیض ونفاس اور اسی قسم کی دوسری حالتیں مثلاً بچے کی پیدائش کے وقت وغیرہ۔ اس دوران عورت کو دیگر معاملات میں انفرادیت حاصل ہوتی ہے حتیٰ کہ شریعت اسلامی نے ایسے لمحات میں بھی اسے تمام تکالیف سے بچنے اور آسانی پیدا کرنے کا حکم دیا ہے۔ عدالت اسلامی ہمہ وقت مقدمات کے فیصلہ کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ دو عورتوں کی شہادت کی بنیادی وجہ بھی اسی لیے ہے کہ پہلی عورت اپنے ان حالات کی موجودگی میں عدالت جانے پر مجبور نہ ہو اور دوسری گواہ اس کی اس کمی کو پورا کر سکے۔ عدالت میں شہادت کے لیے دو عورتوں کو ان کی ناقص العقلی کی بنیاد پر نہیں بلکہ مذکورہ حالتوں کے پیش نظر آسانی پیدا کرنے کے لیے ہے۔ شہادت دینے والی عورتیں معاشرہ میں منفرد مقام کی حامل ہوں گی جو اس قدر تکالیف کے باوجود امن وسکون اور عدالتی کارروائی میں فیصلہ کن کردار ادا کر سکتی ہیں۔ دوسرے سوال کے مطابق عورت کو حدود کے مقدمات میں شہادت کی اجازت کیوں نہیں جہاں جسمانی سزا سے لے کر موت تک کی سزائیں شامل ہوتی ہیں۔

اسلامی قوانین میں مقدمات کی نوعیت کے مطابق ہاتھ کاٹنا، سنگسار کرنا، موت کی سزا سے متعلق ہوتے ہیں۔ اگر آپ اسلامی قوانین کا مطالعہ کریں تو اس میں کئی حدود اور ضابطے موجود ہیں۔ ان میں ایک عورت کی گواہی سے بھی متعلق ہے جس کی کئی حکمتیں ہیں اس کی تشریح کے لیے میری کتاب ''اسلامی سزائیں''

کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

عورت کو طبعیتاً کمزور صنف اور مہربان تخلیق کیا گیا ہے۔ کیا عورت کسی قانونی مقدمے میں کسی مستحق سزا شخص کو موت یا سخت سزا کی تکمیل میں شہادت دے سکتی ہے؟ قطعاً تاریخ انسانی میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں۔ آج کل مغرب میں سزائے موت کا تصور موجود نہیں جبکہ کسی اس نوعیت ۔کے مقدمہ میں گواہی خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔

اگر عورت کو اس معاملہ میں گواہی کی اجازت ہوتی تو عورت کے لیے تمام زندگی پریشانی کا باعث ہوگی۔ اس وجہ سے اسلام نے اس نوعیت کے مقدمات میں بہادر اور دلیر مرد کو منتخب کیا ہے۔ کوئی عورت ایسا خطرہ مول نہیں لے سکتی۔ اسلام نے قانون شہادت میں عورت کے لیے مذکورہ پابندیاں اس کی نازک صنف، متحمل المزاجی اور اس کی مہربان طبیعت کی وجہ سے مقرر کی ہیں۔ اہل مغرب سے قبل اسلامی ممالک میں اس نوعیت کے مقدمات جرائم کی روک تھام وغیرہ کے فیصلے اسلامی عدالت ہی کی منشاء کے مطابق ہوتے تھے۔ عورت کی گواہی کے معاملہ میں اس کی مساوی یا غیر مساوی حیثیت کا مسئلہ نہایت پیچیدہ ہے کیونکہ اس کے بارے میں تعزیرات اسلامی میں گہرا علم ہونا ضروری ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں یہ جنرل ضیاء اور مودودی کے لیے کس قدر آسان تھا جنہوں نے تحریراً اپنی کتب میں یا تقریروں میں عین اسلامی قرار دیا جبکہ تعزیرات اسلامی کا ایک گوشہ بھی انہیں معلوم نہ تھ۔ میں مسز قریشی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس معاملہ میں ہمیں اس موضوع پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ واللہ اعلم!

مسلمان عورت صرف مسلمان مرد سے ہی شادی کر سکتی ہے

چارلٹن مانچسٹر سے مس رحمان نے عورت کی شادی کے متعلق استفسار کیا ہے کہ ایک مرد اگر عیسائی، یہودی سے شادی کر سکتا ہے تو عورت کو اس کی اجازت کیوں نہیں، وہ ایک عیسائی مرد یا کسی غیر مذہب سے شادی کیوں نہیں کر سکتی؟

اس حوالے سے آسان الفاظ میں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ جب ایک مسلمان مرد کسی عیسائی یا یہودی عورت سے شادی کرے گا تو اسے مذہب چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے برعکس ایک مسلمان عورت کسی عیسائی یا یہودی سے شادی کی صورت میں اپنے مذہب پر کاربند نہیں رہ سکتی۔ اسلام میں مسلمان مرد کو تاکید کی گئی ہے کہ اپنی بیوی کے حقوق کو کما حقہ پورا کرے۔ عیسائیت میں یا یہودیت میں خدا کے وجود کا انکار نہیں۔ مسلمان خاوند اپنی بیوی کو کسی مذہبی معاملہ میں مجبور نہیں کر سکتا۔ شریعت نے اس کے قواعد وضوابط مقرر کیے ہیں بایں وجہ غیر مسلمہ کسی مسلمان کے ساتھ رہنے میں مذہب کی تبدیلی پر مجبور نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے مذہب کے معاملہ میں غیر منصفانہ سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ عیسائیت اور یہودیت میں عورت کو مرد کے مقابلے میں صرف ایک واسطہ اور نسل انسانی ہی خیال کیا گیا۔ دونوں مذاہب عورت کے مقام ومرتبہ کے خلاف ہیں۔ ان مذاہب کی موجودہ تعلیمات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش کی ذمہ دار حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں لہذا عورت کو مرد اپنی نگرانی میں جس طرح چاہے استعمال کرے اسے آواز اٹھانے کا کوئی حق نہیں، اس کی مثال اس دور میں مغرب میں گرجا گھروں میں عورت پر عبادت کی پابندی اور

طلاق کے حق سے محرومی ہمارے سامنے ہیں لہذا ایک عیسائی یا یہودی سے شادی کرنے کی صورت میں عورت اپنے بنیادی حقوق سے ہاتھ دھو بیٹھے گی بایں وجہ اسلام نے عورت کی عزت وعظمت کی بحالی کے لئے اس کی اجازت نہیں دی اور قوانین اسلامی نے عورت کے مقام کو پائیداری اور عروج عطا کیا۔

آج مغرب میں اگرچہ کئی تبدیلیاں بھی رونما ہو چکی ہیں۔ عیسائی جنس پرستی اور دوسرے غیر اسلامی اخلاقی افعال سے تنگ ہیں لیکن ہم مذہب عیسائیت کے حوالے سے گفتگو کر رہے ہیں نہ کہ موجودہ ثقافت کی تبدیلئ حالات کے باوجود اسلام کے سنہری حقوق جو عورت کیلئے اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں نہیں پہنچ پائے۔ اسلام میں مسلمان مرد ایک طرف اپنی مسلمان بیوی کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا ہے دوسری طرف غیر مسلمہ بیوی بھی اس کے اعلیٰ اخلاق اور حسن سلوک کی حقدار ہے۔ اسلام نے اس معاملہ میں دوہرا معیار مقرر نہیں کیا۔ بطور بیوی غیر مسلمہ اور مسلمہ دونوں مساویانہ حقوق کی حقدار ہیں۔ سینٹ پال کے مطابق عورت چرچ میں عبادت وریاضت کا حق نہیں رکھتی۔ سینٹ پال جس نے بائبل کا کافی حصہ تحریر کیا ہے۔ المختصر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے خواہ مرد ہوں یا عورت۔ اس نے حقوق کی حدیں انہیں عطا کی ہیں۔ ایسی غلط فہمیاں دشمنان اسلام کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ ہمیں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنا چاہیے تا کہ ایسی غلط باتیں ہمارے اذہان کو پراگندہ نہ کریں۔

پردہ کے مقاصد

اس دفعہ پردہ کے متعلق مس آمنہ یعقوب نے اولڈہم سے سوال بھیجا ہے۔ آئے روز دشمنان دین اسلام کے بارے میں مسلم کمیونٹی پر حملے کرتے ہیں۔ ہمارے قارئیں اس حقیقت کو ذہن نشین کرلیں کہ یورپ میں کسی دوسری جگہ بعض مسلمان خاوند جو اپنی بیویوں کے ساتھ نامنصفانہ اور برا سلوک کرتے ہیں قطعاً اسلام کی تعلیمات کے منافی ہیں۔ ہمارا مقصد اسلامی تعلیمات کی وضاحت ہے۔ اسلام نے عورت کے لئے کیا حقوق مقرر کیے ہیں اور عورت کے فرائض کیا ہیں؟

پردہ کے معانی کیا ہیں، کیا یہ لڑکیوں، عورتوں اور مردوں کے لئے بھی ہیں؟

پردہ کا مقصد اسلامی قواعد وضوابط کی روشنی میں عورت کا معاشرہ میں اپنے آپ کو غیروں کی نظروں سے محفوظ کرنا ہے۔ پردہ کی نوعیت مقام ومحل کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔

مغرب میں پردہ کرنے کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں۔ دشمنان اسلام اسے عورت پر ظلم تصور کرتے ہیں۔ مغرب میں مسلمان بچیاں اسکول جانے کے دوران پردہ کرنے کی جدوجہد کرچکی ہیں۔ بعض اسلامی ممالک میں پردہ کرنا غیر قانونی ہے۔ ترکی میں پردہ کرنے یا نہ کرنے پر بہت سے نظریات ہیں لیکن سرکاری طور پر اس کی اجازت نہیں، عورتیں وہاں پردہ کرنے کا حق مانگنے کے لئے طویل عرصے سے جدوجہد میں مصروف ہیں۔

مس آمنہ کے مذکورہ سوالات کی روشنی میں قارئین کی خدمت میں مختصراً عرض کرنے کی جسارت کروں گا کہ پردہ صرف عورت کے لئے ہے نہ کہ مرد کے لئے۔ نسوانیت زدہ معاشرہ کے مطابق یہ پردہ عورت کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے کیونکہ وہ اپنا جسم اور خوبصورتی ظاہر نہیں کر سکتیں۔ مرد کا حق ہے کہ وہ عورت کی خوبصورتی کو دیکھے اور اس سے لطف اندوز ہو۔

یہ ان لوگوں کے نقطہ ہائے نظر ہیں جو پردہ کے مخالف ہیں۔ مغرب میں عورت کی جسم فروشی اور اس کی رونمائی کو میڈیا اور معاشرہ میں بنیادی اہمیت دی جاتی ہے۔ افراد کی کثیر تعداد ان رسائل کی خریداری میں کثیر رقم خرچ کرتے ہیں جن میں عورت کے عریاں فوٹو ہوتے ہیں۔ مغرب میں جسم کی نمائش کو ناپسند نہیں کیا جاتا لیکن اس کے لئے بھی مغرب میں دوہرا معیار ہے۔ عورت کے جسم کی نمائش کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں مرد اس خواہش کا اظہار کرے تو مذاق تصور کیا جاتا ہے۔ اسلام میں اس دوہرے معیار کی گنجائش نہیں۔ حجاب عورت کے لئے خاص ہے۔

مغرب میں جنس پرستی کی وجہ سے معاشرتی تباہی اور اخلاقیات کی عدم موجودگی سے مرد اور عورت کو دوہرے معیار کا سامنا ہے جہاں عورت کو آزادی کے نام پر شمع محفل بنایا گیا وہاں مرد کے لئے پابندیاں پیدا کی گئی ہیں لیکن اسلام نے اس دوہرے معیار کو ناپسند کیا ہے۔ مرد اور عورت کو قانونی حدود میں مساوات کا حق دار بنایا گیا ہے۔ جہاں عورت کو حجاب کا پابند بنایا گیا وہاں مرد کے لئے بھی اسلام نے ضابطے مقرر فرمائے ہیں۔ مثلاً ایک مسلمان مرد کے لئے کسی غیر محرم

عورت کو بدی کی نگاہ سے دیکھنا گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔ لیکن اس گناہ کبیرہ سے بچاؤ کے لئے مرد اور عورت کو قوانین اسلام کی پابندی کرنی ہوگی۔ اگر عورت حجاب کو غیر ضروری سمجھے اور مرد اپنے فرائض کی ادائیگی کا پابند نہ ہو تو یقیناً اس ناپسند فعل میں رکاوٹ ناممکن ہوگی۔

مرد اور عورت دونوں اگر قوانین خداوندی کے پابند ہوں تو اس سنہری اصول کے عمل میں آسانی ہوسکتی ہے۔ عورت کا حجاب اور مرد کی جھکی ہوئی نگاہ معاشرتی امن اور کامیاب زندگی میں ممد ومعاون ثابت ہوسکتی ہے۔

جھکی نگاہوں کا سنہری اصول معاشرہ میں امن وسلامتی کا آئینہ دار ہے کیونکہ کسی بھی معاشرہ میں کئی نوجوان غیر شادی شدہ ہوتے ہیں اور مسلم نوجوان کی اکثریت مغرب میں لڑکوں کی لڑکیوں سے دوستی کے فلسفہ سے باخبر ہیں لیکن عملاً اس سے دور ہیں۔ افراد کی کثیر تعداد جنسی تعلقات سے نالاں بھی ہے۔ دریں حلات اگر مغربی عورت فحش اور نیم برہنہ لباس میں بن سنور کر نمود ونمائش کرے تو ان عورتوں کے اس فعل قبیح کے اثرات نہ صرف غیر شادی شدہ نوجوان بلکہ شادی شدہ افراد پر بھی ہوں گے لہذا اسلام میں عورت کے لئے حجاب مقرر کرنے کی بنیادی حکمت جہاں مردوں کو غیر قانونی اور غیر شرعی جنسی تعلقات سے باز رکھتی ہے وہاں عورت کی عزت وعصمت کی حفاظت کو یقینی بناتی ہے۔

خاندانی وفاداری کی ضمانت

حجاب معاشرہ میں جہاں عورت کی پاکیزگی اور مقام و مرتبہ کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے وہاں حجاب ایک شادی شدہ فرد کے خاندانی معاملات میں کامیابی کا ضامن ہے۔ اسلام نے ایک شوہر کے لئے اپنے اہل خانہ، بیوی بچوں کی دیکھ بھال اور محبت کو ضروری قرار دیا۔ اگر شادی شدہ مرد بے حجاب عورتوں کو تلاش کرتا پھرے حالانکہ اپنے گھر میں بیوی بھی موجود ہے اور بچوں کی دیکھ بھال کا ذمہ دار اس کے علاوہ کوئی اور فرد نہیں اس صورت میں حجاب کی عدم موجودگی ایک کامیاب ہنستے بستے خاندان میں پھوٹ ڈال سکتی ہے جس سے ایک شوہر کی ہمدردی اور اس کی پدری شفقت و محبت بچوں اور بیوی سے ہٹ کر دوسری عورتوں پر مرتکز ہوگی۔ اسلام نے حجاب کی صورت میں نہ صرف ایک عورت کو اس کا حق عطا کیا بلکہ ایک شوہر اور ایک باپ کو اپنے خاندان اور بچوں کی دیکھ بھال میں رہنمائی عطا کی۔

شوہر کی بطور شوہر کامیاب زندگی حجاب کی مرہون منت ہے۔ جو عورتیں معاشرہ میں بے حجاب مٹک مٹک کر چلتی ہیں دراصل وہ ایک کامیاب تباہی کا سامان پیدا کرتی ہیں جو اپنے نمود و نمائش کے لباس سے ایک شوہر اور باپ کی توجہ بچوں اور بیوی سے ہٹا کر غیر شرعی اور غیر اخلاقی طور پر اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہیں۔ جو شوہر اپنی بیوی بچوں کے ساتھ محبت کرتا ہے اور ان کے ساتھ مشفقانہ سلوک کرتا ہے ہمارے آقا و مولیٰ حضور اقدس ﷺ نے اس کیلئے خوشخبری عطا فرمائی۔ ''سب سے اعلیٰ (کامل مومن) وہ شخص ہے جو اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے۔'' حجاب اس محبت کو پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ لہذا جو عورتیں حجاب کو اپنے لئے غیر ضروری پابندی سمجھتی ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے بلکہ اسلام نے ان کے حقوق کی

حفاظت کو حجاب کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

جہاں تک تعلق ہے مرد کے پردہ کے بارے میں اسلام نے اس باب میں عورت کو افضیلت عطا کی۔ عورت کو اعلیٰ روشن اور خوبصورت لباس پہننے کی اجازت عطا کی ہے۔ لیکن مرد کے لئے ایسے لباس کی ممانعت کی ہے۔ سونا اور دوسرے زیورات بھی عورت کے لئے خاص ہیں۔ المختصر خوبصورت لباس اور اشیائے ضروریہ کی اجازت عورت کو عطا کی گئی۔ مرد کے لیے ایسی چیزوں میں عورت کی مشابہت کرنا غیر شرعی قرار دیا۔

مرد اور عورت کے لئے مذکورہ پابندیاں فطری اقدار کو برقرار رکھتی ہیں۔ اس کے برعکس مغرب کے نسوانی معاشرہ میں نفسانی خواہشات اور غیر اخلاقی اقدار کے نقصان ظاہر ہیں۔ ایک طالب علم سے بھی آپ جنسی تعلقت کے انجام کے بارے میں تفصیلات جان سکتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کے متعلق جنسی اور نفسانی آزادی کی بنیادی وجہ حجاب کی عدم موجودگی ہے۔ اسلام نے معاشرتی برائیوں کا قلع قمع کرنے کیلئے پردہ کو بنیادی حیثیت عطا کی ہے۔ پردہ ہی معاشرہ میں کامیاب خاندانی زندگی، امن وسکون اور بھائی چارہ کو پروان چڑھاتا ہے۔ جنسی بے راہ روی کا سب سے زیادہ اثر نوجوانوں کی صحت پر ہوتا ہے جو لاشعوری کے عالم میں اس بے راہ روی میں اپنی صحت اور جسمانی طاقت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اسلام نے انسان کی فطری خواہشات کی تکمیل کے لئے شادی کو قانونی اور شرعی حفاظت دی جس سے ایک انسان نہ صرف اپنی جنسی خواہش کی قانونی اور شرعی دائرہ میں تکمیل کرسکتا ہے بلکہ وہ رضائے خداوندی کا حقدار ہوتا ہے۔ آخر میں مس یعقوب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے

[illegible] مستفیض [illegible] کا موقع دیا

انتظامات شادی

کونٹری سے ایس، اے خاں نے انتظامات شادی کے بارے میں استفسار کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ آیا ایک عورت اپنے ہونے والے خاوند اور ایک خاوند اپنی ہونے والی بیوی کو دیکھ سکتا ہے کہ نہیں۔ دوسرے الفاظ میں کیا انہیں شادی سے قبل ایک دوسرے کو پسند کرنے کی اجازت اسلام نے دی ہے کہ نہیں؟

مذکورہ سوال سے اسلام کا تصور شادی اور مغربی تصور شادی میں تقابل کیا جا سکتا ہے۔ یہ موضوع دو نظریات اور تہذیبوں کے بارے میں بحث کرتا ہے۔ مغرب میں جیسا کہ آپ جانتے ہیں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے سے کھلم کھلا ملاقات کرتے ہیں۔ موجودہ حالات میں مغرب کے تصور شادی میں عجیب وغریب منطق کا مشاہدہ سامنے آتا ہے۔ لڑکا اور لڑکی کافی عرصہ تک ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں حتی کہ اس دوران اولاد بھی پیدا ہوتی ہے بعد ازاں بچوں کی موجودگی تمام مذاہب اور فلسفے اس بات پر متفق ہیں کہ نفسانی خواہش کی معاشرہ میں مثبت یا منفی اثرات کا باعث بنتی ہے جس کے سامنے انسان بے بس اور مجبور نظر آتا ہے اسی کی بدولت معاشرہ میں جرائم اور عورتوں کے اغوا جیسے واقعات رونما ہوتے ہیں نتیجتہً تمام مذاہب لڑکے اور لڑکیوں کے آزادانہ میل جول کی مذمت کرتے ہیں اور مرد وعورت جو اس سے اپنے آپ کو دور رکھے معاشرہ میں بہتر مقام کا حقدار سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اکثر مذاہب نے اس بنیادی وجہ کا کوئی حل پیش نہیں کیا۔ عیسائیت کی تعلیمات موجودہ کی رو سے بہتر شخص وہ

ہے جو نہ تو کسی عورت کو چھوئے اور نہ وہ ساری زندگی شادی کرے۔

اسلام میں شادی کو حصول رضائے خداوندی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ شادی کو ہر شخص کے لئے ضروری قرار دیا تا کہ نسل انسانی میں تسلسل رہے اور امت مصطفوی ﷺ میں اضافہ ہو۔ اگر ہم شادی کو شریعت اسلامی کے تحت سرانجام دیں تو وہ معاشرہ کی سلامتی کا باعث بنتی ہے۔ اسلام نے شادی کو نصف ایمان کہا۔ ایمان کا دوسرا حصہ خوف خداوندی کو قرار دیا۔ شادی جنت الفردوس کی طرف ایک صراط مستقیم ہے۔

کامیاب شادی جو نہ صرف جنسی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ ہے بلکہ کامیاب زندگی کی ضامن ہے جو روحانی سکون اور حقیقی خوشی کا سبب بنتی ہے۔ کامیاب زندگی کے لئے ضروری ہے دونوں (خاوند اور بیوی) ایک دوسرے کے ساتھ خوش ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کی پسند و ناپسند کا خیال رکھیں۔ دونوں کی پسند اور ناپسند انہیں بقیہ زندگی کا سکون و اطمینان بخشتی ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے وہ ایک دوسرے کے خیالات وافکار کا احترام کریں۔ اگر انہیں ایک دوسرے کے بارے میں علم ہی نہیں کس کی پسند ناپسند کیا ہے تو کس طرح ساری زندگی کامیابی سے گزاری جا سکتی ہے۔ حدیث مبارک میں طلاق کو عظمت خداوندی اور رحمت خداوندی سے محرومی کا باعث قرار دیا گیا۔ اگر میاں بیوی کے آپسی جھگڑے کے نتیجے میں علیحدگی کر لیں تو اس سے ان کی جنسی خواہشات کی تکمیل میں رکاوٹ بھی پیدا ہوگی اور دونوں معاشرہ میں روحانیت سے محروم ہونگے ساتھ برائی کا باعث ہوں گے۔

شادی کے بعد مرد اور عورت جنہیں زندگی کی بہاریں اکٹھی بسر کرنی ہوتی ہیں، تکلیف اور سکھ میں اکٹھا رہنا ہوتا ہے۔ ان کی بقیہ زندگی ابتداءً انہیں ایک دوسرے کے خیالات کو سمجھنے میں پوشیدہ ہے۔ اگر وہ ایک دوسرے کی خواہشوں اور ناپسند کے بارے میں علم ہی نہیں رکھتے تو کس طرح بقیہ زندگی وہ خوشی سے گزار سکتے ہیں اور اس بات سے شاید مشکلات درپیش آئیں تو اس مسئلہ کے حل کے لئے اسلام نے دولہا اور دولہن کے لواحقین کے لئے ہدایت کی ہے اور وہ دونوں کی پسند اور ناپسند میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

والدین اور سرپرست دولہا یا دولہن کے انتخاب میں دونوں کی مرضی کو ملحوظ خاطر رکھیں، دونوں خاندان اس بارے میں بیٹھ کر دونوں ہونے والے میاں بیوی کی پسند کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کریں مزید برآں ہونے والے میاں بیوی میں ہر ایک اپنا رشتہ دار بھیج کر اس مسئلہ کی وضاحت کروا سکتے ہیں۔ ماحول کی بازیابی کے بعد ہونے والا شوہر اپنی ہونے والی بیوی سے ملاقات کر سکتا ہے۔ اس ملاقات میں اپنی اپنی مرضی اور ناپسند کا اظہار کر سکتے ہیں۔ دونوں کی ملاقات والدین کی سرپرستی اور نگرانی میں بھی ہو سکتی ہے جہاں دونوں کی عادات، خوبیاں اور دیگر ضروریات زندگی کے بارے میں وضاحت کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں دونوں کے والدین اپنے تجربہ اور طویل مشاہدات کی روشنی میں جو بھی فیصلہ کریں وہ انہیں قبول کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ ایک والد یا والدہ اپنی اولاد کے لئے بہتر ہی سوچ سکتے ہیں کیونکہ بعض اوقات ایک لمحہ کی ملاقات تمام زندگی کے مشاہدات پر محیط نہیں ہوتی۔ اس لئے جہاں شادی میں اپنی پسند کا خیال رکھا جائے وہاں

اسلامی خاندان میں اپنے والدین کی رائے اور انتخاب کا لحاظ بھی رکھا جائے۔ والدین اپنے تجربہ کی روشنی میں اپنی اولاد کی رہنمائی بھی کریں کیونکہ وہ بہتر جانتے ہیں کہ شادی کے بعد کیا کرنا ہوتا ہے۔

اس کو حدیث مبارکہ نے واضح کیا ہے کہ امیدوار کا اپنی ہونے والی بیوی کو دیکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی کشش کی وجہ سے آئندہ زندگی محبت اور سکون کے ساتھ بسر ہو سکے۔ بعض خاندانوں میں زیادہ تر رجحان دوسرے خاندانوں کو شادی کے معاملہ میں اپنی مالی پوزیشن کے حوالہ سے دھوکہ میں رکھتے ہیں، ایسا کرنا بالکل خلاف اسلام ہے۔ انہیں چاہئے کہ خاوند یا بیوی کی بقیہ زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے وہ حقیقت میں پردہ نہ ڈالیں بلکہ دونوں خاندان اپنے اپنے مالی اور دیگر حالات کے بارے میں صداقت کا ثبوت دیں۔ اسلام میں شادی کا مقصد ذکر خداوندی میں پائیداری ہے۔

لیکن اس کے برعکس ایسے معاشرہ میں ہمہ وقت مخالف صنف کی ریشہ دوانیاں اسے ذکر سے غافل کرتی ہیں۔ بطور مسلمان ہم ایک پاک گھرانے میں پیدا ہوئے ہیں، ہمیں اپنی پاکیزگی اور تقدس کو بحال رکھنا چاہئے۔ اس تقدس کا بنیادی نقطہ حجاب ہے۔ حجاب اور اسلامی تصور شادی کا مقصد اہل اسلام کو روحانی سکون عطا کرتا ہے۔ نوجوان مسلمان انفرادی طور پر کسی مخالف صنف سے ملاقات ترک کریں، ان کے والدین اپنی اولاد کو اسلامی اقدار کا دلدادہ بنائیں۔ ان کے لئے مناسب اور موضوع رشتہ کا انتظام کرنا اسلام میں والدین کی پدری ذمہ داری میں شامل ہے۔

مغرب میں حجاب کی عدم موجودگی نے دل کی بیماریوں میں اضافہ کیا اور آپ دماغی ہسپتالوں میں اکثریت ان نوجوانوں کی دیکھیں گے جو فرنگی تہذیب کا شکار ہیں۔ ان کے دل جھوٹی محبتوں کے طوفان سے شکستہ ہوتے ہیں مزید برآں پاپ میوزک بھی مغربی تصور محبت کے کھوکھلے پن کی عکاسی کرتا ہے۔ اس میوزک میں شکستہ دلان محبت کے لیے وقتی سکون اور اطمینان کی کرن تلاش کی جاتی ہے۔ لیکن مذکورہ میوزک ان کے غم میں اضافہ کا باعث بنتا ہے اور بعض اوقات ناکام محبت کے شکار اپنی زندگی کی بہاریں اور خوشیاں بے حجابانہ تہذیب پر نثار کرتے ہوئے خود نثار ہو جاتے ہیں اور یوں وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

زانی کے لئے سنگساری کی سزا

اسلامی سزاؤں میں سنگساری کے متعلق ورنگٹن سے عاصمہ خان نے وضاحت طلب کی ہے یعنی ایسا مرد و عورت جو باوجود شادی شدہ ہونے کے زنا کا ارتکاب کرے اس کے لئے اسلام میں سنگساری کا حکم کیوں ہے، کیا یہ وحشیانہ (نعوذ باللہ) قانون نہیں ہے؟

ابتداءً اسلامی سزاؤں کے متعلق شرائط اور موقع محل کا جاننا نہایت ضروری ہے کیونکہ جس طرح اسلام میں عورت کے مقام کے متعلق مغرب میں غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں اس طرح بغیر کسی تحقیق کے اس قانون شریعت کو وحشیانہ کہا گیا حتی کہ اس مغربی پروپیگنڈہ سے اسلامی ممالک میں بھی اس شرعی قانون کے نفاذ میں پیچیدگیاں پیدا ہوئی ہیں۔ مغرب میں اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت سے پریشانی اور خوف کی وجہ

سے اس کے بارے میں طرح طرح کے معترضات کا خدشہ ظاہر کیا گیا۔

لفظ زنا کے معنی و مطلب کے فرق کی وضاحت میں عاصمہ خان نے اپنے سوال میں زنا بالجبر کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن عربی میں لفظ زنا قابل توجہ ہے۔ اگر غیر شادی شدہ مرد وعورت جنسی تعلقات کے مرتکب ہوں تو بھی زنا کا لفظ استعمال ہوگا۔ غیر شادی شدہ مرتکب زانی کے لئے سزا سنگساری نہیں، کوڑوں کی سزا ہے۔ اگر مرتکب سزا شادی شدہ ہوں تو ان کے لئے سنگساری کی سزا مقرر ہے۔ لیکن ایسی سزا کے لئے بھی اسلام نے کسی قدر احتیاط لازم رکھی ہے۔ چار گواہ جنہوں نے اس فعل قبیح کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ ایک عقلمند شخص تصور کرتا ہے کہ آیا ایک شخص چار افراد کی موجودگی میں اس فعل کا ارتکاب کرسکتا ہے۔ گواہوں کے لیے بھی کڑی شرائط ہیں۔ ان کی صداقت اور دیانت معاشرہ میں مسلم ہو۔

سب سے اہم نقطہ یہ ذہن نشیں کرنا چاہئے کہ تاریخ اسلام میں بہت کم مواقع ایسے موجود ہیں جب کسی ایسی اسلامی سزا کا وقوع ہوا ہو۔ اس سزا کو تجویز کرنے کا مقصد اہل اسلام کو اس فعل قبیح کے انجام سے ڈرانا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے دور اقدس میں اس سزا کا وقوع ہوا۔ لیکن اس دور میں بھی چار گواہ مہیا نہ ہوئے بلکہ زنا کرنے والے نے خود اعتراف جرم کیا۔ حضور ﷺ کے دور اقدس میں خود گناہ کا مرتکب حاضر خدمت ہوا اور اس نے چار دفع اعتراف جرم کیا۔ چونکہ اس سزا کے نفاذ میں چار گواہوں کی گواہی لازمی ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنے جرم کا چار مرتبہ اعتراف کیا تو انہیں سنگسار یا کوڑے لگائے گئے۔ لیکن انہیں حضور اقدس ﷺ کے اس فرمان عالیشان کا مفہوم معلوم تھا۔ اگر کوئی مرتکب زنا اس جہاں میں اپنے گناہ کا اعتراف کرے اور اسے اسلامی سزا بھی دی جائے تو عالم

آخرت میں مغفرت کا حقدار ہے۔ایسے لوگ اپنے گناہوں کو بجائے چھپانے کے اعتراف جرم کرتے۔ وہ درحقیقت خالق کائنات، آخرت اور رسول خداﷺ کی نبوت پر کامل یقین رکھتے تھے۔انہیں معلوم تھا کہ اس گناہ کی وجہ سے وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔انہوں نے دار آخرت کی سزا پر دار مزرعتہ کی سزا کو ترجیح دی۔آج چونکہ ہمارے ایمان کمزور ہیں، یوم جزا کو فقط ہم زبانی جانتے ہیں۔اگر حقیقی معنوں میں یوم جزا کا تصور کریں کہ مذکورہ گناہ سے پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے سنگسار یا کوڑوں کی سزا آخرت کے مقابلے میں کوئی درجہ نہیں رکھتی ۔ ہمارے ایمان کی کمزوریاں ہمارے اڑے آتی ہیں۔تو ہم ایسی سزاؤں کے متعلق ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اسلامی سزاؤں کی انفرادیت کس قدر مسلمہ ہے کہ چوری کیلئے دو گواہ کی شہادت سزا کا باعث بنتی ہے۔لیکن زنا کے مرتکب کیلئے چار گواہ جن کی صداقت ودیانت کی مثال دی جاتی ہو یا مرتکب خود اعتراف گناہ کرے۔اسی طرح بچوں اور پاگل کیلئے ایسی سزا کا تصور موجود نہیں لیکن اسلامی ریاست میں اس قانون کی انفرادیت کا اندازہ لگائیں کہ مرتکب خواہ کوئی بھی ہو اس کے انجام سے نہیں بچ سکتا۔ غیر شادی شدہ مرتکب زنا کے لئے سنگسار کرنا خلاف قانون شریعت ہے۔

عاصمہ خان نہایت حیرانگی سے پوچھنا چاہتی ہیں کہ آیا کوئی ایسا شخص موجود ہے جو خود کو سزا کیلئے عدالت اسلامی میں پیش کرے اور اس کی پیشگی بھی موت کا پیش خیمہ ثابت ہو؟

مذکورہ سوال کا جواب دینے سے قبل یہ عرض کروں گا کہ چونکہ ہم مغرب کی اس تہذیب میں زندگی بسر کرتے ہیں جہاں اعتراف جرم تو درکنار دولت کی حرص، لالچ اور خود غرضی کے سوا ہمیں کوئی روحانی سکون میسر نہیں۔اس تہذیب میں جنس

پرستی کو گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا۔ جنسی تعلقات کے بارے میں مغربی میڈیا میں کھلم کھلا بحث ہوتی ہے۔ ہم جنس پرستی کو نہ صرف قانونی اجازت حاصل ہے بلکہ اسے کئی افراد پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ اخبارات میں اکثر و بیشتر اپنی ہی اولاد کے ساتھ جنسی تعلقات کی خبریں شائع ہوتی ہیں۔ ایک ایسے معاشرہ میں واقعی اعتراف گناہ اور پچھتاوا کا تصور خارج از امکان ہے لیکن اسلام نے کسی تہذیب اور معاشرہ میں فرسودہ اور غلط تصورات کو ختم کرنے کیلئے ابتداء تزکیہ نفس کو ضروری قرار دیا۔ ہمارے پیغمبر صادق علیہ ﷺ نے اپنی امت کے لئے اسلام کا نظام قانون قیامت تک کیلئے نافذ فرمایا کہ جو شخص کہ شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے اس کے لئے سنگساری کی سزا واجب ہوگی۔ بطور مسلم ہمیں فرنگی یا کسی دوسرے تہذیب سے قطع نظر قوانین اسلامی کو ترجیح دینا ہوگی۔ اتباع رسول ﷺ میں بھی ہم جہاں اس کائنات انسانی میں اوج ثریا چھو سکتے ہیں وہاں اخروی طور پر کامیابی ہمارا مقدر ہوگی۔

آیئے دیکھئے اسلام نے زنا کے مرتکب کیلئے اس سزا کو کیوں تجویز کیا؟

اسلام میں تزکیہ نفس، صفائے قلب و باطن اور طہارت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا فرمان ہے کہ زنا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے جو وحدانیت خداوندی کا انکار ہے۔ مزید ارشاد فرمایا۔

"جب کوئی شخص زنا کا مرتکب ہوتا ہے تو بوقت گناہ وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ ایک کلمہ گو بوقت گناہ غیر مسلم اور ایماندار بوقت زنا بے ایمان کی حالت میں ہوتا ہے۔"

خانگی زندگی کی تباہی

زانی جہاں معاشرہ میں بے شمار خرابیوں اور برائیوں کا باعث ہوتا ہے۔ وہاں اپنے ہی خاندان، اولاد اور میاں بیوی کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ زانی مرد اور عورت کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام میں شادی کو نصف ایمان کہا گیا۔ ماں کی خدمت کے عوض جنت کا مستحق ایک مسلمان ہی ہے۔ بچوں اور بیوی کو محبت اور سکھ فراہم کرنے والا اسلام کی نظر میں سب سے افضل مسلمان ہے لیکن زانی اس گناہ کا ارتکاب کرتے ہوئے ایسی سعادتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ شرم وحیا کو اسلامی تعلیمات کا نچوڑ کہا گیا ہے۔

لیکن زنا میں ان خصوصیات کی موت ہے۔ زانی اس کا مرتکب ہوتے ہی ماں کی خدمت، بچوں کی پرورش، بیوی کے حقوق اور معاشرہ میں اخلاقی اقتدار جیسی اعلیٰ سعادتوں اور فرائض سے منہ موڑتا ہے۔ جونہی ایک خاندان اس لعنت کا شکار ہوتا ہے اس کا اثر معاشرہ میں دوسرے خاندان بھی قبول کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک روگ پھیل کر تمام معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اسلام نے ہماری حیا، پاکیزگی اور تزکیہ نفس کے لئے شادی کی تعلیم دی ہے۔ لیکن ایک زانی مرد یا عورت باوجود حلال کے ہوتے ہوئے حرام کی طرف رخ کیوں کرتے ہیں؟ اسلام ہمیں معاشرہ میں اچھائی اور بہتری کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمیں اچھے لوگوں کی صفوں میں دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن باوجود اسلام کی تعلیمات حیا، پاکیزگی، تقدس، بھائی چارہ، ماں اور بہن کا احترام، بچوں کی دیکھ بھال، ماں باپ کے حقوق اور بیوی کے حقوق معاشرے کے فرائض کو پس پشت ڈالتے ہوئے، بہتری اور

اچھائی کو ناپسند کرتے ہوئے ہم مغربی تہذیب کی اس گندگی اور غیر فطری زندگی کو کیوں اپنائیں؟

اسلام نے اس وجہ سے زنا کے مرتکب کے لئے موت یعنی سنگساری کی سزا مقرر کی ہے۔ جو شخص معاشرہ کا قاتل ہو اسے معاشرے کی تباہی سے قبل خود ہی تباہ ہو جانا چاہئے۔ باوجود اس قدر سزا تجویز کرنے کے اسلام نے امت مسلمہ کے لئے رحمت اور مہربانی کی گنجائش بھی رکھی ہے۔ چار گواہوں کی موجودگی شادی شدہ اور غیر شادی شدہ جیسے اصول اسلام کی انفرادیت کی زندہ مثالیں ہیں۔ مغرب میں اس جنسی آزادی کے نتائج ظاہر ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ آئے روز اس لعنت سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے مذاکرات ہوتے ہیں۔ پوری قوم باوجود اس کے بھیانک نتائج کے ایسا کرنے پر مجبور ہے۔ اس کی بنیادی وجہ معاشرہ میں حجاب کی عدم موجودگی ہے۔

مغربی قوانین کی رو سے زانی کے لئے جیل کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ لیکن آقائے نامدار ﷺ کے دین متین کی انفرادیت کی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی جس نے اس برائی کے خاتمہ کیلئے سزا مقرر کی ہے۔ ایسی سزا جس کی وجہ سے معاشرہ میں ایسا کرنے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ جہاں اس برائی کو اسلام نے قابل سزا فرمایا وہاں انسانیت کی حفاظت کے لئے قوانین بھی وضع کئے ہیں۔ عورت جہاں بھی جانا چاہے اس کی حفاظت کے لئے اس کا محرم اس کے ساتھ ہونا چاہئے تا کہ جنسی تعلقات کی لعنت کو پھیلنے کا موقع ہی نہ ملے۔ اس لعنت کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ شراب ہے جو انسانوں کو حیوانوں سے بدتر پوزیشن میں

تبدیل کر دیتی ہے۔اسلام نے کلیتہً ان کی جڑ کو ختم کر دیا۔

قوانین اسلام مسلمانوں کے لئے ہے جو مسلمانوں کی تقدس اور پاکیزگی کو قائم و دائم رکھنے کیلئے ہمہ وقت نافذ العمل ہیں۔ میں عاصمہ خان کا شکریہ ادا کرتا ہو کہ اس قدر دلچسپ سوال کے ذریعہ ہمیں اسلام کی سنہری تعلیم سے استفادہ کا موقع دیا۔ اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کے لئے عظیم تحفہ ہے اور تخلیق خداوندی میں سب سے اعلیٰ وارفع تخلیق انسان ہے۔ تکریم انسانیت تعلیمات انسانی کی پیروی میں ہی مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

مرد امام کی اقتدا میں عورت کی نماز کا مسئلہ

برمنگھم سے مس عثمان علی نے عورت کی مرد امام کی اقتدا میں نماز کے بارے میں مسئلہ کی وضاحت طلب کی ہے۔ان کے مطابق اگر عورت کو مرد کے برابر حقوق حاصل ہیں تو عورت کو مرد کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز کی تاکید کیوں ہے؟ اگر وہ مسجد میں نماز پڑھنا چاہے تو وہ مرد کے برابر صف میں کیوں نہیں کھڑی ہو سکتی ہے؟ مردوں کی امامت کا حق صرف مرد ہی کو کیوں دیا گیا، عورت کو کیوں نہ دیا گیا؟

مذکورہ سوالات کا جواب دینا نہایت ضروری ہے کیوں کہ دشمنان اسلام طرح طرح سے سادہ لوح مسلمانوں کو پیچیدہ مسائل میں الجھاتے ہیں خصوصاً اس فرنگی معاشرہ میں ایسے مواقع اکثر و بیشتر دیکھنے میں آتے ہیں کیونکہ انہیں اسلام کی آفاقیت میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی جس سے وہ اہل اسلام کی تنقید کا نشانہ بنا سکیں۔ دریں حالات عورتیں خاص طور پر دشمنان اسلام کے مقاصد کو سمجھیں اور ان کی سازشوں کا شکار نہ ہوں۔ اپنی اولاد، اپنے خاندان بلکہ اپنی ذات کی دنیاوی واخروی کامیابی کے لئے تحفہ الہیہ ہے۔اسلام کو مضبوطی سے تھام لیں۔اسلام نے عورت کی عظمت و مقام کی بہت زیادہ تاکید کی ہے لیکن مذاہب عیسائیت و یہودیت اسلام کے ان زریں اصولوں کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔

موجودہ عیسائیت میں عورت کے مساویانہ حقوق کا صریحاً انکار کیا گیا۔ اس کی زندہ مثال عیسائی مذہب میں عورت کا گرجا میں عبادت کرنے سے محروم

ہونا اور اسے پادری بننے کے حق سے دور کرنا ہے۔ بوقت عبادت عورت کے لئے ضروری ہے کہ گرجا میں خاموشی سے بیٹھے۔ اگر وہ مذہب کے بارے میں پوچھنا بھی چاہے تو اسے سوال کی اجازت نہیں۔ وہ اپنے خاوند سے تعلیم مذہب حاصل کرسکتی ہے۔ آج کی عیسائیت نے اس غیر فطری اصول کے خلاف جنگ لڑی اور عورت کے لئے پادری بننے کے لئے نئے اصول وقواعد وضع کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ان کی اس کوشش سے عیسائیت کے ان اصولوں میں کوئی خاص تبدیلی پیدا نہ ہوسکی بلکہ اس وقت بھی عورت کو امتیازی سلوک کا سامنا ہے۔

بعض انگریز اسلام کو عیسائیت کی طرح من گھڑت مذہب خیال کرتے ہیں۔ اس لئے وہ عورت کے حقوق کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات کے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار ہوتے ہیں کیونکہ عیسائیت میں انہیں ان حوالوں سے مطمئن نہیں کیا جاتا۔ اس اصول کو ذہن نشین کرتے ہوئے کہ عیسائیت میں چونکہ عورت کو چرچ کی سربراہ بننے کی اجازت نہیں اسی طرح عورت امام مسجد بننے کی اجازت نہ ہونا انہیں شش وپنج میں مبتلا کرتا ہے۔

عیسائیت میں۔ مرد پادری مذہبی پروگراموں کی نگرانی کرتا ہے۔

مرد پادری مذہبی اصولوں میں کمی بیشی کا مجاز ہے۔

مرد پادری صرف اللہ کا مقرب ہوسکتا ہے۔

مذہبی تعلیمات کی وضاحت کے لئے صرف مرد پادری ہی کی اجازت حاصل ہے۔

ان اصولوں کی روشنی میں صرف اور صرف مرد ہی کی فضیلت ظاہر ہوتی

ہے۔لیکن درج بالا اصول اسلام میں موجود نہیں۔ اسلام میں فضیلت کسی خاص گروہ جنس یا شخص کے لئے خاص نہیں۔ ہر کلمہ گو خواہ وہ مرد ہے یا عورت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں برابر ہے۔ ہر مرد عورت کو اسلام میں عبادت کا حق حاصل ہے۔جس طرح فضیلت مرد کی نماز میں موجود ہے عورت کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ عورت نماز کی امامت بھی کر سکتی ہے۔ عالمہ یا فاضلہ عورتیں تاریخ اسلام میں اپنا کردار ادا کرتی رہی ہیں۔

اسلام کے ابتدائی دور میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اسلامی قوانین میں بطور حجت تسلیم کیا جاتا تھا۔آپ رضی اللہ عنہا اپنے خطبات سے مردوں اور عورتوں کو محظوظ فرماتی تھیں۔آج کے دور میں کئی اسلامی موضوعات پر خواتین کی کتابیں ہمارے سامنے موجود ہیں ان میں بعض خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔انہوں نے اسلامی موضوعات میں خدمت کا حق ادا کیا ہے اور وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے یہودی یا عیسائی مذہب سے متعلق تھیں۔ جونہی انہوں نے اسلام قبول کیا زندگی میں انقلاب پیدا ہو گیا اور انہوں نے اپنی اسلامی زندگی اور ماقبل حالات کے بارے میں تفصیلاً بحث کی ہے۔

اسلام میں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقام و مرتبہ حاصل ہوتا ہے خواہ وہ مرد ہوں یا عورت۔ایسے لوگوں کو اسلام ''اولیاء اللہ'' کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ تاریخ اسلام میں مشہور ولیہ حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہا کسی تعارف کی محتاج نہیں جنہوں نے اسلام پر تقریباً ایک صد کتب تصنیف کی ہیں۔ عورتوں سے کرامت کا ظہور بھی خارج از امکان نہیں اگر وہ باطنی اور قلبی تزکیہ میں

مقام پیدا کرلیں۔ جہاں تک عورت کی نماز میں مردوں کی اقتدا کا مسئلہ ہے اس سے عورت کی شان اور مقام میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ اس کے تقدس کے لئے ایسے اصول کارفرما ہیں ورنہ حضرت عائشہ اور حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہن کو تاریخ اسلامی میں کسی امتیازی سلوک سے یاد کیا جاتا۔

اسلام نے جہاں معاشرہ میں جنسی رجحان میں احتیاط برتنے کی تاکید فرمائی ہے اسی طرح بے مہار رجحان میں احتیاط برتنے کی تاکید فرمائی ہے اسی طرح بے مہار رجحان کے خاتمہ کے لئے اسلام نے مسجد میں خاص طور پر عورتوں کو غیر محرم کی نگاہوں سے محفوظ کیا ہے۔ عورت کے تقدس اور پاکیزگی کی خاطر معاشرہ میں جہاں پر ہر عورت کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے وہاں مسجد یا جائے نماز پر بھی اس کی اہمیت کو مدنظر رکھا گیا۔ عورت باپردہ ہو کر عبادت و ریاضت میں روحانی مقام حاصل کرتی ہے۔ اگر عورت نماز کی امامت کا فرض ادا کرتی تو دوران نماز اس کی آواز اس کی حرکات وسکنات مقتدیوں کی نماز میں خلل پیدا کر سکتی ہیں۔

نماز میں خشوع وخضوع کی بہت اہمیت ہے۔ دریں حالات نماز میں عورت کی آواز سنکر اسے دیکھنا (جسے اسلام نے منع کیا ہے) اور حرکات وسکنات کا مشاہدہ خشوع وخصوع میں رکاوٹ کا باعث ہوسکتا ہے۔ خالق ارض وسما نے حفظ ما تقدم کے تحت نماز میں جنسی رجحان کا خاتمہ اس انداز میں کیا ہے کہ دونوں فریقوں کے مقاصد بھی باقی رہیں اور عبادت میں خلل پیدا نہ ہوں۔ اس اصول کے عدم موجودگی کا مشاہدہ ہم عیسائیت کے مذہبی مقامات میں دیکھ سکتے ہیں جہاں مردو

عورت کے جنسی تعلقات کے ابتدائی مراحل نہایت آسانی سے طے ہوتے ہیں لیکن اسلام نے حجاب ظاہری اور تزکیہ باطن سے ان رجحانات کا قلع قمع کیا۔

دوران نماز عورت مرد کی قرأت اور آواز سن سکتی ہے لیکن اس سے اس کی ایمانی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ عموماً ہمارے خاندانی معاملات میں ایسی ہی چیزیں عورت کی انفرادیت برقرار رکھنے میں مدد دیتی ہیں۔ جب ہم کسی دوست یا رشتہ دار سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو مردوں اور عورتوں کو علیحدہ کمروں میں بٹھایا جاتا ہے اور مطلوبہ فرد سے ملاقات کے علاوہ مزید افراد خانہ سے ملاقات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن عورت جہاں اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے جائے تو اسلامی تعلیمات کے مطابق اس کی عزت وقدر اور تعظیم کرنا اہل خانہ کی اخلاقی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اسلام نے چونکہ عورت کے لئے ایک الگ منفرد مقام کا تعین کیا ہے جس سے ایسے مساویانہ حقوق بھی حاصل ہوں اور اس کی عزت وعصمت کی حفاظت بھی ہو۔ اس کی تقدیس ہی کی خاطر اسے مردوں کی طرح کام کرنے کی خاطر باہر جانے اور اہل خانہ کی ذمہ داری سے مبرا کیا گیا۔ مرد کی اقتدا میں نماز بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کی نماز مرد کی نماز سے کسی بھی لحاظ سے کم اہمیت نہیں رکھتی۔ وہ علم حاصل کر سکتی ہے اور وہ روحانی مقام کے حصول کے لیے مجاہدہ کر سکتی ہے اور اگر اسے امامت کی بہرحال ضرورت محسوس ہو اور اگر اس کی خواہش کرے تو اسلام میں اس کی اس خواہش کی تکمیل کے لئے عورتوں کو امامت کے لئے اجازت دی ہے۔ مغرب میں عورتوں کی علیحدہ تشخص کے علم برداروں کے مطابق عورت کی بہتری مردوں سے علیحدگی

میں ہے لیکن اس تصور میں اس کی کلیتہً علیحدگی کا تصور پیش کیا گیا جب کہ اسلام نے عورت کے لئے پردے کا سنہرا اصول اسلام ہی نے عطا کیا ہے۔

عیسائیت کی موجودہ تعلیمات کے مطابق عورت کے مساویانہ حقوق مردوں سے اختلاط میں مضمر ہے۔ عورتوں کی علمبردار اسے مکمل علیحدگی میں تلاش کرتے ہیں مگر اسلام نے افراط وتفریط کے بجائے فطری انداز میں عورت کی تقدیس کو بحال رکھا ہے۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا جیسی خواتین اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ ہیں۔

مدعیان مساوات کے لئے اسلام ہی حقیقی مساوات پیش کرتا ہے۔ اگر وہ معاشرہ میں عورت کو اس کے فطری مقام وعظمت سے مزین دیکھنا چاہیں تو اسلام نے اس کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ اسلام کی روح عورت کے ساتھ مہربانی اور محبت میں پوشیدہ ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے جو اسلام کے خلاف وقتاً فوقتاً اعتراضات کا انبار لگاتے ہیں لمحہ فکریہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ”ہم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی اور بچوں سے اچھا سلوک کرے اور میں سب سے زیادہ اہل خانہ سے مہربانی کا سلوک کرتا ہوں۔“

آخر میں میں مس عثمان علی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہمیں اسلام کے اس اہم موضوع کے بارے میں تحقیق کا موقع دیا۔ اگر آئندہ بھی کوئی ایسا مسئلہ ہو تو خدمت کے لئے ہمہ وقت مستعد رہوں گا۔

اسلام اور عورت

آج اہل مغرب عورتوں کے حقوق اور آزادی کے علمبردار بنے ہوئے ہیں لیکن انہوں نے ہی عورتوں کے حقوق اور آزادی کا دلفریب نعرہ بلند کر کے عورتوں کو بازار کی شے اور ایڈورٹائزمنٹ کا ذریعہ بنا دیا، عیاشی فحاشی اور بے حیائی کو عام کر کے اخلاق و انسانیت کا جنازہ نکال رکھا ہے۔ وہ اہل مغرب ہوں یا کسی بھی مذہب اور قوم کے پیرو ہر قوم نے عورت کو زہر کی پڑیا، بازار کی شے، مردوں کی دلجوئی کا کھلونا اور حقیر و بے وقعت سمجھا۔ یہ دین فطرت اسلام ہی ہے جس نے عورت کو اس کا فطری اور جائز حق عطا کیا ہے۔ بحیثیت ماں عورت کا مقام اتنا بلند ہے کہ اس کے پیروں تلے جنت ہے۔ بحیثیت بیوی وہ گھر کی مالکہ ہے، بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے اخلاق و کردار اور ایمان کو سنوارنے والی معلمہ ہے۔ عورت شمع خانہ ہے نہ کہ شمع محفل۔ اسلام نے عورت کے حقوق کو کسی بھی موقع پر اور زندگی کے کسی بھی موڑ پر مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔ عورت کو والدین کی ملک میں وراثت کا حق حاصل ہے اور شوہر کی ملک میں بھی۔ عورت کے معنی ہی پردہ ہیں لہٰذا اسے پردہ میں ہی رہنا چاہئے تاکہ انسانی معاشرہ فتنوں فسادوں سے محفوظ رہے اور عورتوں کی عزت و عصمت اور تقدیس بحال رہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون نے زیر نظر کتاب میں عورت کو اسلام کے ذریعہ دیئے گئے حق اور مقام و مرتبہ نیز زنا، سنگ ساری کی سزا وغیرہ پر بہت ہی اچھی روشنی ڈالی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان خواتین امہات المومنین، خاتون جنت، حضرت مریم، حضرت آسیہ اور حضرت رابعہ بصریہ کی سنتوں پر عمل پیرا ہوں اور ان کی کنیزیں بن کر دینوی اور اخروی فلاح حاصل کریں اور غلبۂ اسلام کا فریضہ بھی انجام دیں۔

۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

Raza Academy International

138, Northgate Road, Edgeley. Stockport SK3 9NL (England)
Tel. 0161-4771 595, Tele/Fax 0161-2911 390, E-mail : islamictimes@aol.com